٤٨٦

متاعِ درد

مصنفہ

سحر طراز مولوی حاجی سید شاہ ابو محمد ثاقب کان پوری

مقام اشاعت

خانقاہ شریف کانپور

انتظامی پریس کانپور

بار اول ایکہزار ۱۰۰۰ قیمت دو روپیہ عصر

اظہارِ شکر

خدا کا شکر ہے کہ میری نظمون، غزلون اور رباعیون کا یہ مجموعہ میری زندگی ہی مین شایع ہو رہا ہے، میری بے پروائی اور اگر خود ستائی نہ سمجھی جائے تو بے نیازی سے یہ امید و توقع نہ تھی کہ یہ مجموعہ اسقدر جلد شایع ہو جائے گا، اس لئے کہ نہ میرے پاس کوئی بیاض تھی اور نہ کوئی مرتب مسودہ جس سے کاتب کو لکھنے مین سہولت ہوتی، مگر عزیز شاگرد منشی شیام کشور صاحب نورؔ نے جو میرے کلام کے شیدائی ہین محض اپنی محبت سے میرے منتشر کلام کو یکجا کر کے مرتب کر دیا اور دوستون کے اصرار نے اسے کاتب کے حوالے کرا دیا بالخصوص محترمی حافظ ہدایت حسین صاحب بی۔ اے، بیرسٹرایٹ لا۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ (جو یوپی کے سر عبدالقادر ہین) کی پرسش حال کا مجھے شکر گذار ہونا چاہئیے جنکی عملی ہمت افزائیون نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ اگر اسکا ذکر کر دیا جائے تو شاید اُنکی ذات ہندوستان کے مشہور اُدبا و شعرا کا مرجع بنجائے اسلئے بجائے تذکرہ کے اُنکے شکریہ پر اکتفا کیجاتی ہے، مولانا محوی، مولانا ناطق، مولانا نازش کا بھی شکر گذار ہون، کہ انھون نے بعض قیمتی مشورے دئے آخر مین اُن حاسدین کیلئے جنھون نے ہمیشہ میری راہ مین کانٹے بچھائے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اُنھین ہدایت دے اور صبر کی توفیق، کہ وہ اس شاندار مجموعہ کو صبر و سکون کے ساتھ دیکھ سکین،

ثاقب

* تو مپندار که این قصه زخود می گوئیم *

* گوش نزدیک لبم آر که آوازے هست *



سحر طراز مولوی حاجی سید شاہ ابومحمد ثاقب کانپوری

میرے حالات

"میرے قلم سے"

نام ونسب، سید ابو محمد نام اور ثاقب تخلص ہے، اصلی وطن کڑا ضلع الہ آباد تھا۔ لیکن اب کانپور ہے، اور مین کانپور ہی مین ۱۹۰۸ء مین پیدا ہوا۔ پانچ سال کی عمر مین حسب رواج تسمیہ خوانی ہوئی، چونکہ خاندان کے تمام افراد علوم عربیہ کے زبردست محقق اور عالم ہین اسلئے ابتدائے عمر ہی مین السنہ مشرقیہ سے ایک خاص دلچسپی ومناسبت پیدا ہوگئی تھی، خصوصًا برادر محترم صدر الافاضل حضرت مولانا شاہ سید ہاشم صاحب قبلہ کی صحبت اور انکی عام علمی مجلسون نے تو طبیعت کے ساتھ سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ میرا خاندان کانپور کے تمام شرفا مین باعتبار علم و عمل اور زہد و اتقا ہمیشہ سے ممتاز رہا ہے۔

دادیہال کیطرف سے مین سادات بارہ مین ہون، جو حضرات سادات بارہ کی تاریخی اہمیت سے واقف ہین وہ جانتے ہین کہ ان بزرگون کا سلطنت مغلیہ پر کیا اثر تھا، میری مورث اعلیٰ سید حسین علی اور سید محمد عبداللہ کا تذکرہ ہندوستان کی تمام تاریخون مین "بادشاہ گر" Kings Makers کے الفاظ مین موجود ہے، شہنشاہ اورنگ زیب۔ عالمگیر میرے دادا حضرت مولانا سید شاہ سید رضا علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقدس کی انتہائی تعظیم کرتا تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ دہلی سے پیادہ پا چلکر محض آپ کی حصول زیارت کیلئے کڑے آیا کرتا تھا۔ جہان آپ نے مستقل طور پر اقامت اختیار فرمالی تھی۔

نانہال کیطرف سے مین سادات جمل اللیل مین ہون اس خاندان کے بزرگ حضرت سید حسن جمل اللیل مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا کے مسلم الثبوت فاضل اور اکابرین مین تھے، میرے پرنانا حضرت مولانا حاجی سید شاہ سید غلام رسول صاحب رسول نما رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے رئیس المشائخ تھے۔ اور متاخرین مین آپ سے بہتر کوئی بزرگ صاحب نسبت نہین گذرا۔ آپکے

دو صاحبزادے تھے شمس العلما حضرت مولانا سیّد شاہ سیّد عبدالحق صاحب شیخ الدلائل و قطب الاقطاب حضرت مولانا سیّد شاہ سید احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہما، اگر ان مین سے ایک علم و فضل و حسن و جمال کا آفتاب تھا، تو دوسرا زہد و اتقا اور تصوف و معرفت کا سرچشمہ، ان حضرات کے علم و فضل کی یہ روشن دلیل ہے کہ آجتک افغانستان سے لیکر حجاز تک کے تمام اہل علم و اہل نسبت آپ سے بیعت ہین، اب میرے والد ماجد حضرت مولانا سیّد شاہ محمد اکبر صاحب مدظلہم العالی خانقاہ شریف کانپور کے سجّادہ نشین ہین آپ چالیس سال سے احاطہ خانقاہ سے کہین باہر تشریف نہین لیگئے،

تعلیم ابتدا مین، مین نے خانگی طور پر انگریزی پڑھنی شروع کی لیکن چونکہ طبیعت کو حساب سے مناسبت نہ تھی اسلئے جلد ہی چھوڑ دی اور اپنے والد ماجد سے عربی پڑھنی شروع کر دی اور صرف و نحو کی کتابین ختم کرنے کے بعد مدرسہ الٰہیات مین داخل ہوگیا اس زمانے مین شیخ الشیوخ علامہ آزاد سبحانی خود درس دیا کرتے تھے، مین نے ابتدائی درجون مین حضرت مولانا محمد حسین صاحب نحوی اور اسکے بعد حضرت مولانا حافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی نائب ناظم جمیعتہ العلما دہلی سے درسی کتابین پڑھین اور آخر مین علم ادب کی کتابین علامہ آزاد سبحانی سے - یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس زمانے مین مجھے ہم سبق و ہم مکتب بھی اِس زمانے کے مشہور اہل علم اور صاحب قلم ملے تھے چنانچہ برادرم مولوی حافظ محمد صدیق (ملّا رموزی) مولانا سعید رزمی - اور مولوی محمد طاہر صاحب فاروقی ملّا فاضل خاص طور پر قابل ذکر ہین، اِس تعلیم کے بعد انگریزی کا وہ ابتدائی شوق پھر تازہ ہوگیا اور انتہائی انہماک سے انگریزی پڑھنی شروع کر دی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب میرے اوقات کا زیادہ حصّہ انگریزی کتابون کے مطالعہ اور اسکے تراجم ہی مین صرف ہوتا ہے اور اسی سے ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔

شاعری کا آغاز۔ مجھے اپنے عزیز بھائی سیّد علی صاحب سے برادرانہ محبت ہے۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں جب میں حیدرآباد گیا تو موصوف وہیں موجود تھے، لیکن میری کانپور کی روانگی سے دو تین دن قبل کسی ضرورت سے وہ حیدرآباد کے کسی قریبی گاؤں میں چلے گئے وعدہ یہ تھا کہ روانگی کے دن یا اس سے پہلے مجھے رخصت کرنے کے لئے وہ ضرور آجائیں گے مگر اتفاق کہ وہ اس عرصے میں واپس نہ آسکے اور میں بحسرت کانپور چلا آیا بس یہی حسرت میرے جذبات کی محرک بنگئی اور اُن احساسات نے جو خود بخود دل میں پیدا ہو رہے تھے نظم کی صورت اختیار کرلی۔

تلمذ مولانا احسن اللہ صاحب احسنؔ جو اعظم گڈھ کے ایک دیہات سُبھی کے رہنے والے تھے، اسوقت جبکہ میں نے اپنی یہ پہلی نظم لکھی تھی کانپور تشریف لائے ہوئے تھے اور مولانا آزاد سبحانی کے دولت خانہ پر قیام تھا، مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے نثر کے مضامین اب احسنؔ صاحب کو دکھایا کرو، چنانچہ میں نے اپنا ایک مضمون موصوف کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا، مولانا احسن کی مخصوص اصلاح سے یہ مضمون کہیں سے کہیں پہونچ گیا جسے دیکھکر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ہمیشہ کے لئے احسنؔ مرحوم کا گرویدہ ہوگیا اور برابر اپنی نظمیں غزلیں نہیں انکی خدمت میں پیش کرتا رہا، خدا سے دعا ہے کہ وہ احسنؔ کی روح کو تسکین عطا فرمائے۔

ایک انعامی مقابلے میں شرکت۔ انجمن ارباب علم پنجاب جسے سر عبدالقادر بیرسٹر جج ہائیکورٹ کی سرپرستی اور علامہ تاجور نجیب آبادی کی نظامت حاصل ہے اور پنجاب کی سب سے زیادہ وقیع انجمن ہے سنہ ۱۹۲۵ء کو اسکی جانب سے ہندوستان کے تمام شعرا کو ایک انعامی مقابلے کی دعوت دی گئی جسکے لئے ۱۲ مختلف عنوانات پر نظمیں لکھوائی گئی تھیں منشی شیام کشور صاحب نورؔ کے اصرار سے میں بھی اس شاعرانہ مقابلے میں شریک ہوا اور صرف تین نظمیں لکھ کر پیش کیں، باوجود اسکے کہ میری نظمیں مقررہ تعداد سے کم تھیں تاہم اسقدر پسند کی گئیں کہ مجھے اوّل انعام مبلغ ڈھائی سو روپیہ نقد اور "سحر طراز" کا خطاب دیا گیا، اس کامیابی کو ہندوستان کی مشہور رسائل و

اخبارات نے شایع کیا، ہندوستان میں شاید یہ پہلا موقع کہا جاسکتا ہے کہ کسی شاعر نے کسی مقابلے
مین اتنی بڑی رقم بطور انعام حاصل کی ہو۔

عادات و اخلاق ۔ مین اپنے احباب سے خلوص و محبت چاہتا ہون اور خود بھی دوسرون سے
محض اخلاص و محبت کی بنا پر ملتا ہون، میرے نزدیک بغض و منافقت دنیا کے بدترین گناہ ہین،
اکبر مرحوم کی یہ رباعی ہمیشہ میرے پیش نظر رہتی ہے ؎

ہمت کا بلند اپنی زینہ رکھنا — احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر — لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

مجھے وقتی طور پر خواہ کسی سے کتنا ہی شدید صدمہ کیون نہ پہونچے مگر اسکا اثر ہمیشہ کے لئے دل پر باقی
نہین رہتا اور رفتہ رفتہ بالکل بھول جاتا ہون جھوٹے اور بد باطن آدمی سے سخت مجھے سخت نفرت ہے
سچی اور حق بات کے کہنے مین بہت بیباک ہون خواہ اسکے کہنے کا موقعہ ہو یا نہ ہو مگر مین فطرۃً مجبور
ہو جاتا ہون، میرے ملنے والے اسی عادت کی بنا پر مجھ سے ملنے مین تامل کرتے ہین، مین کبھی کوئی
ایسا موقع نہین آنے دیتا کہ میری خودداری کو صدمہ پہونچے، وہ حضرات جو میری طبیعت سے واقف
نہین ہین اسے غرور و تمکنت سمجھتے ہین۔

تاثر شعری ۔ بعض اوقات مین لطف شعر مین اس قدر کھو جاتا ہون کہ گھنٹون مجھے اپنا ہوش
نہین رہتا، رقت کا یہ عالم ہے کہ کوئی دن ایسا نہین گذرتا کہ مین کسی کتاب کے مطالعہ یا کسی واقعہ
کے اثر سے دو ایک مرتبہ نہ روتا ہون، مین شعر فرمایش پر بھی کہہ سکتا ہون لیکن زیادہ تر اسی وقت
کہتا ہون جب کسی واقعہ کا دلپر اثر ہو یا طبیعت خود اسطرف مائل۔

مشاعرون کی شرکت ۔ مشاعرون کی شرکت سے حتی الامکان پرہیز کرتا ہون اس لئے
کہ وہ زیادہ تر جاہل و بد مذاق لوگون کی ہنگامہ آرائی کا محل ہے۔ تاہم اگر اہل علم و سخن فہم حضرات

کا مجمع ہو تو شرکت کو خوش نصیبی سمجھتا ہون اور اردو ادب کی خدمت۔

میری شاعری پر مطالعہ کا اثر: میری شاعری پر جن شعرا کے کلام نے نمایان اثر ڈالا ہے وہ میر۔ غالب اور اقبال ہین، اقبال کی زبور عجم نے تو دنیائے تخیل ہی بدل ڈالی، ان کے علاوہ دوسرے شاعرون کے کلام سے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ اسے دیکھنے کی کوئی ضرورت سمجھتا ہون،

اظہار حقیقت: شاید میرے حالات مین بعض حضرات کو خودستائی کا پہلو نظر آئے لیکن جو احباب مجھ سے بے تکلف ہین وہ جانتے ہین کہ جب مجھے دوسرون کی تعریف کی پروا نہین تو اپنی تعریف اپنے قلم سے کیا مرغوب ہو سکتی ہے۔

حاشا و کلا ان سطور سے خودستائی منظور نہین، بلکہ اپنے صحیح و سچے حالات کا پیش کرنا ہے ورنہ میرے احباب مدح و ستایش کے لئے کم نہ تھے۔

مین نے اپنے قلم سے اپنے حالات مختصر اس لئے لکھے ہین تاکہ کوئی مبالغہ آمیز اور خلاف حقیقت بات نہ آنے پائے، اس یقین دلانے کے بعد بھی اگر کچھ لوگ ایسے ہین جو اسے خودستائی سمجھتے ہین تو وہ اپنے گریبان مین منھ ڈالکر اپنے باطن کا اندازہ کرین۔

ناچیز

ثاقب

تقریظ

از علامۂ آزاد سبحانی مدظلہٗ

ثاقب، کانپوری کی ولولہ انگیز شاعری اور انکی خداداد قوت نظم کو دیکھ کر جس کو انھون نے خزانہ قدرت سے مال غنیمت کے طور پر لوٹ لیا ہے مین غرق حیرت ہوگیا اور مجھے زمانے کے ساتھ ساتھ ہونہار نوعمرون کی یہ سریع السیر ترقی دیکھکر قدرت خداوندی اور زمانے کے تیز ارتقا پر تازہ ایمان لانا پڑا

نوعمر **ثاقب** کی شاعری کو مین ایک پختہ کار، پختہ عمر اور کہن مشق استاد کی شاعری کے ہم پلہ پاتا ہون اور یہ دیکھ رہا ہون کہ نوعمر ثاقب تھوڑے ہی دن کی مزید مشق کے بعد کہن مشق، استادون کی صف مین شامل ہوجائین گے اور اس صف مین بھی اپنی بعض خصوصیات شاعری کے باعث درجۂ امتیاز پر فائز دکھائی دین گے، اور میری مخلصانہ دعا بھی ہے کہ وہ اس مقام بلند پر ضرور پہونچے ہوئے نظر آئین۔

ثاقب، کی شاعری پر مفصل تبصرہ، اس وقت تو میرے امکان سے باہر ہے کیونکہ مین بہت ہی عدیم الفرصتی مین تقریظ کے نام سے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون، ہان انشاءاللہ آئندہ مفصل تبصرہ کے بار قرض سے بھی خود کو سبکدوش کرونگا، البتہ مجمل تبصرہ کی حیثیت سے چند بصیرت دہ باتین اس موضوع پر سپرد قلم کیئے دیتا ہون، اگر اس سے ثاقب کو یا ثاقب کا کلام پڑھنے والون کو کچھ نفع پہونچے تو مین اپنے کو خوش نصیب سمجھون گا۔

میری مجمل اور سرسری نظر مین ثاقب کی شاعری کی علاوہ عام خوبیون کے جن کی بنیاد پر انھین عمدہ شاعر کا خطاب دیا جاسکتا ہے، بعض خصوصیات جن سے اسکو ایک نمایان امتیاز کا استحقاق حاصل ہین یہ ہین،۔

(۱) ثاقب کی شاعری حقیقت نگاری اور مصوری جذبات، اصلیت و خیالات اور رنگینی ادا کا عمدہ مجموعہ مرکب ہے، ثاقب کی نیچرل نظم ہی نہین بلکہ غزلیات تک مین یہ اجتماع محاسن نہایت صاف و نمایان جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور اس خوبی نے ثاقب کی شاعری کو معقولیت اور دلکشی کی مجموعی تاثیر بخشدی ہے، ثاقب کا کلام حقیقت انگیز کلامون کیطرح معقول بھی ہے اور سحر آمیز کلامون کے مانند نہایت دلکش بھی اور یہی اصلی چیز ہے جسنے ثاقب کے کلام کو غایت بلندی پر پہونچا دیا ہے۔

(۲) ثاقب، کی شاعری کا موضوع معین ہے جس کے محور کے گرد ثاقب کی کل کائنات شاعری گردش کرتی ہوئی نظر آتی ہے، وہ موضوع کیا ہے حقیقت اشیاء کی ترجمانی مع مصوری جذبات، ثاقب کا ایک ایک شعر اسی موضوع کی خدمت کی تصویر ہے اور اسی کوشش کا نمونہ اور بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ثاقب اس کوشش مین کامیاب ہو چکے ہین۔

(۳) ثاقب، کی شاعری بازاری شاعری کی سخافتون اور رکاکتون سے پاک ہے ثاقب کا کلام شریفانہ جذبات اور مجددانہ کیفیات کے اظہار تک محدود ہے اور اُسکا قدم بازاری جذبات و کیفیات کے اظہار کی حدود مین نہین پڑتا، یہ خوبی باوجود شاعر کی نوعمری اور رنگینی طبیعت کے ایک خداداد نعمت اور تائید ایزدی ہے، جس پر کافی فخر و شکر ادا کرنا چاہیئے۔

ماحصل کلام یہ ہے کہ مین ثاقب کے کلام کو نہایت عمدہ کلام پاتا ہون اور اس قابل پاتا ہون کہ شعر و سخن کے قدردان اسکی پوری قدر کرین اور اس سے لطف و حظ اٹھائین اور اس باکمال شاعر کی حوصلہ افزائی کرین۔

مُقدمہ

(از عندلیب شادانی - ایم - اے پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی)

جناب ثاقبؔ، کانپوری دورحاضر کے ان چند جوان سال سحر طرازون مین سے ہین جنکی رشک آفرین شہرت دنیاے ادب کے دوردست گوشون تک پہونچ چکی ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین ثاقبؔ اور کلام ثاقبؔ کے لئے کسی تقریب تعارف کی ضرورت نہین،

چنانچہ نگارش مقدمہ سے میرا مقصود بھی اس معجز نگار کی نادرہ کاریون کو پبلک سے روشناس کرنا نہین بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ موصوف کی شہرت کا قصرعالی محض بخت و اتفاق کے ناقابل اعتبار سہارے پر نہین کھڑا ہے بلکہ حُسنِ کمال کی ان مستحکم و استوار بنیادون پر قایم ہے جنھین متاع سخن کی موجودہ کساد بازاری، روایتی ناتوان بینی اور خصوصًا ہمارے اس دورانحطاط کی عام بدمذاقی جیسے سنگین حوادث بھی آسانی سے متزلزل نہین کرسکتے - بظاہر یہ ایک بلند بانگ دعویٰ ہے مگر اسکا اثبات ذرا بھی مشکل نہین، کیونکہ یہ صداقت سے اتنا ہی قریب ہے جتنا مبالغہ سے دور ہے۔ قدرت نے جنھین ذوق سلیم اور ایک بے تعصب دل عطا کیا ہے اُنکے لئے تو کلام ثاقب شہاب ثاقب کی طرح آپ ہی اپنی روشنی کی بیّن دلدل ہے مگر کمزور آنکھ کیلئے عینک کی ضرورت ہے جسکی مدد سے نظر اچھی طرح کام کرسکے، دھندلے نقوش ابھر آئین - اور منظر کا جزو کُل آئینہ ہوجائے - اس سے میری مراد نقد شعر کے لئے ایک معتدل معیار پیش کرنا ہے - مطلق حسن قبح اور خوبی و زشتی کے پرکھنے کے لئے کوئی حقیقی معیار نہ کبھی معین ہوا اور نہ ہوسکتا ہے - تعریفات عمومًا یکسان طور پر مغالطہ انگیز اور غیر تسلی بخش ہوتی ہین خصوصًا شعر کی جتنی تعریفین آجتک کی گئی ہین وہ اسی نوعیت کی ہین - کیا ایک نقاد کے لئے کسی کلام موزون کے متعلق قطعی طور پر یہ کہنا ممکن ہے کہ "یہ شعر ہے" اور "یہ شعر نہین ہے"

یا جس طرح ایک سائنس دان مادی اشیاء کی نسبت ایک قطعی حکم لگا سکتا ہے کیا اسیطرح ایک نقاد بھی شعر کے محاسن کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔ لارڈ بائرن کے بقول

"نقد شعر کے اصول یکسانی سے اس قدر بعید ہین کہ نہ کبھی انکی تعین ہو سکی اور نہو سکے گی۔ (۱) ان اصولون سے مراد اسکے سوا اور کچھ نہین کہ وہ ایک خاص عہد کے میلانات ہین اور یہ میلانات ہر دور مین مخصوص اور عہد گذشتہ سے مختلف ہوتے ہین۔ ایک وقت ہومر اور درجل کا دور دورہ ہے دوسرے وقت ڈرائیڈن کا اسکے بعد سر والٹر اسکاٹ کا وغیرہ وغیرہ"

خود میرے ایک زمانہ شناس دوست کا قول ہے کہ "حسن نام ہے پسند کا"، باینہمہ جسطرح کائنات کی دیگر اشیاء کی ایک اضافی و اعتباری حیثیت قائم کیجاتی ہے اسیطرح شعر کے حدود بھی معین کیئے جا سکتے ہین۔ اور کئے گئے ہین۔

شعر کی ایک تعریف تو وہی ہے جو صدیون سے نقل ہوتی چلی آئی ہے اور علم عروض و قافیہ کی کتابون مین عموماً کسی تغیر تبدل کے بغیر پائی جاتی ہے یعنی "شعر وہ کلام موزون ہے جو متکلم نے بالقصد موزون کیا ہو"۔ یہ قصد و ارادہ کی قید خوش اعتقاد بزرگون نے جس وجہ سے لگائی اسکی تصریح کا یہ محل نہین۔ مگر اسمین شک نہین کہ نیک نیتی کے جوش مین حماقت کا ایک دلچسپ مظاہرہ کیا ہے۔ خیر ارادہ (قافیہ) اور وزن کی سبک مایہ بحثون سے گذر کر اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اساتذۂ فن کے نزدیک وزن و ارادہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز ہے جسے شعر کی اصل و حقیقت کہہ سکتے ہین؟ چونکہ اردو شعر کا ماخذ فارسی اور فارسی کا سرچشمہ عربی ہے اسلئے ہمین سب سے پہلے اساتذہ عرب و عجم کے خیالات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ آج تو یہ مسئلہ بالکل طے ہو چکا ہے لیکن قدما کے کلام مین بھی اس کے اشارے بلکہ تصریحات پائی جاتی ہین کہ شاعری صرف وزن و قافیہ کا نام نہین[۱]، بلکہ اسکی

[۱] شعر العجم حصہ اول ؟ - علیگڑھ اڈیشن،

روح روان تخیل ہے اساتذۂ فارس نے بھی تخیل ہی کو شاعری کی جان مانا ہے۔ نظامی عروضی سمرقندی جو چھٹی صدی ہجری کا ایک بلند پایہ شاعر اور جید فاضل ہے اپنی نادر الوجود کتاب چہار مقالہ میں فن شعر کے متعلق لکھا ہے کہ "شاعری وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے شاعر مقدمات موہومہ کو اسطرح مرتب کرتا ہے کہ چھوٹی بات کو بڑی اور بڑی بات کو چھوٹی، خوبی کو زشتی اور زشتی کو خوبی کر دکھاتا ہے۔ اور ابہام کی مدد سے قوت غضبی و شہوی کو مشتعل کر دیتا ہے۔ یہانتک کہ اس ابہام سے دلوں میں شگفتگی و گرفتگی پیدا ہو جاتی ہے"[۱]۔

فضلائے عرب میں سے کسی نے شعر کی تعریف اسطرح کی ہے کہ "شعر وہ ہے جو قلب انسانی کی عمیق ترین اسرار کو مجسم کر دیتا ہے۔ یعنی وہ ان اسرار کو خیالی صورت میں لانے اور حواس ظاہری کے سامنے پیش کرنے کا واسطہ ہے"[۲]

یا بالفاظ دیگر جذبات و احساسات کی مصوری کا دوسرا نام شاعری ہے۔ اب ہمیں اس بارے میں دیگر اقوام کے خیالات کا جائزہ لینا چاہیئے۔ "ارسطو کے نزدیک شعر ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے بخلاف اس کے شاعر ہر قسم کے خیالات جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے[۳]، یونان کی ایک قدیم ضرب المثل ہے کہ "شعر ایک بولتی ہوئی تصویر ہے"، گویائی کے شمعون نے ارسطو کی تعریف پر ایک معتد بہ اضافہ کر دیا گویائی زندگی کا ثبوت ہے اب گویا تصویر کے قالب میں روح بھی پڑ گئی۔

یورپ کے نکتہ سنجوں نے اس مسئلہ پر نہایت نازک اور لطیف بحثیں کی ہیں ان سب کا خلاصہ شعر کی وہ حسب ذیل تعریف ہے۔ جو انسائکلوپیڈیا برٹانیکا میں بیان کی گئی ہے۔

[۱] چہار مقالہ۔ مقالہ دوم ص۴۱، ہورا ڈیشن۔ مرتبہ شادانی۔ [۲] دائرۃ المعارف۔ جلد دہم ص۲۷۵، مطبعہ مصر۔

[۳] شعر العجم جلد اول ص۱۲ علیگڈھ اڈیشن۔

"شعرِ مطلق وہ جذبات انگیز اور موزون کلام ہے جو انسان کے قلبی کیفیات کو اس خوبصورتی سے بیان کرے کہ وہ مجسم ہو کر سامنے آجایئن"

وہ فی الواقع معلوم ہونے لگتی ہین تخیل کے زیرِ عمل اگرچہ شاعر کا طریق استدلال منطقیانہ نہین ہوتا مگر جو نتائج وہ نکالتا ہے جذباتی حیثیت سے دل کے لئے ضرور قابل قبول ہوتے ہین،

دوسری چیز صحیفۂ کائنات اور خصوصاً فطرۃ انسانی کا مطالعہ ہے کیونکہ یہی وہ سامان اور مصالح ہے جس سے صناعِ تخیل شعر کی عمارت چنتا ہے۔ اگرچہ نہایت مختصر ذخیرۂ معلومات سے بھی متخیلہ کچھ نہ کچھ کام دے سکتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اسے اپنے کمالِ صنعت کے اظہار کا موقع نہین مل سکتا۔

تیسری چیز ان الفاظ کا انتخاب ہے جن کے ذریعہ کسی معنی کو ادا کیا جائے الفاظ کے برمحل استعمال پر قدرت ایک نہایت اہم چیز ہے کیونکہ خیال کتنا ہی لطیف و پاکیزہ کیون نہ ہو اگر خوبصورت مناسب الفاظ مین ادا نہ کیا جائے تو اُس کا حسن فنا ہو جاتا ہے۔ شعر نام ہے جذبات اور سچ کی منھ بولتی تصویر کا۔

تخیل۔ مطالعۂ کائنات و فطرت انسانی اور الفاظ کا مطالعہ، انتخاب اور برمحل استعمال اسکے لوازم ہین اعلےٰ درجہ کے اشعار کے لئے اصلیت۔ سادگی اور جوشِ بیان ضروری چیزین ہین۔ اب یکھنا چاہیئے کہ اس معیار کے مطابق کلام ثاقب کا کیا درجہ ہے؟

کلام ثاقب کا یہ مختصر مجموعہ ۴۷ مسلسل نظمون ۵۰۷ غزلون اور ۴۵ رباعیون پر مشتمل ہے۔ اگرچہ از روے ترتیب پہلا نمبر مسلسل نظمون کا ہے مگر ہم بوجوہ پہلے غزلیات کو لیتے ہین۔

عربی کی ایک مشہور مثل ہے کہ "کم ترک الاول للاٰخر" یعنی اگلون نے پچھلون کے لئے کچھ نہین چھوڑا۔ اور کہین اس مثل کا صحیح اطلاق ہو سکے یا نہ ہو سکے مگر اردو غزل پر یقیناً یہ مثل بالکل صادق

آتی ہے۔ عشق و عاشقی کے مختلف مدارج مین جو کیفیات انسان پر طاری ہوتے ہین انکا دائرہ خواہ کتنا
ہی وسیع کیون نہ مان لیا جاے پھر بھی اس ایک محدود موضوع کے مختلف پہلو اتنے نہین ہوسکتے کہ ایک
جم غفیر کی سیکڑون برس تک مسلسل طبع آزمائی کے بعد بھی ختم نہ ہون۔ اول تو فارسی والون نے ہی کیا
چھوڑا تھا اور رہا سہا جو کچھ تھا وہ ہمارے اساتذہ ختم کر گئے۔ ایسی حالت مین غزل مین کسی دلنواز ندرت
کا پیدا کرنا اعجاز سے کم نہین۔ میر صاحب اردو کے جیسے مسلم الثبوت اور گران مایہ شاعر ہین دنیا جانتی ہے
اور ان کے بہتر نشترون کا چرچا بھی عام ہے۔ مگر آج تک کوئی تعین نہ کرسکا کہ آخر وہ بہتر نشتر کونسے ہین
اصل یہ ہے کہ یہ بہتر نشتر کبھی نظیری نیشاپوری کا طغرائے امتیاز تھے لیکن عقیدتمندون نے میر صاحب
کیطرف منسوب کردیے جسطرح بعض کرامتین باخلاص مریدون کی بدولت ہر زمانہ کے بزرگون سے
منسوب چلی آتی ہین۔ پروفیسر محمد حسین آزاد صاحب آب حیات کے بقول یہ بہتر کی تعداد فرضی ہے۔
بہر تقدیر اگر اس تعداد کو صحیح تسلیم کرلیا جاے تب بھی یہ حقیقت کسطرح نظر انداز نہین کیجاسکتی کہ
میر صاحب نے غزلون کے چھ ضخیم دیوان چھوڑے ہین۔ اس طرح گویا انکے ہر دیوان مین نشترون کی
تعداد ایک درجن سے زیادہ نہین۔ پس آج اگر کسی کے مجموعہ غزلیات مین دس بیس شعر بھی ایسے نکل
آئین جنھین مذاق سلیم نشتر تسلیم کرے تو یقیناً یہ اس نغز گفتار کے کمال فن کی آخری دلیل ہوگی۔
جیسا کہ بیان کیا ہے جناب ثاقب کے مختصر مجموعہ کلام مین غزلون کی تعداد کل چھتر ہے اس مین
بھی اکثر غزلین تین چار اور پانچ شعر کی ہین مگر باینہمہ ناظرین کو جابجا وہ بجلیان کوندتی نظر آئینگی
جو محبت سرشت دلون کے سرمایہ شکیب کو خاکستر کیے بغیر نہین چھوڑ سکتین۔ تخیل جو شعر کی جان ہے
اور جسکے مختلف مراتب پر شعر کے ادنی و اعلی ہونے کا انحصار ہے۔ قدرت نے دل کھولکر ثاقب کو
عطا کیا ہے۔ اگرچہ تخیل کی تعریف بیان کیجاچکی ہے مگر اسکا مفہوم زیادہ واضح طور پر دلنشین کرنیکے
لیے کلام ثاقب سے چند مثالین پیش کیجاتی ہین:-

ے جان دیتا ہون قفس مین دونون پر کھولے ہوئے ٭ حسرت پرواز مین بھی شان ہی پرواز کی ہو

شاعر کو یہ پہلے سے معلوم ہے کہ طائر جب اڑنا چاہتا ہے تو اپنے دونون بازو کھول دیتا ہے۔ اب اسنے دیکھا کہ ایک پرندہ قفس مین بند۔ دونون بازو پھیلائے جان توڑ رہا ہے۔ سبب مرگ خواہ کچھ بھی ہو لیکن اسکی متخیلہ نے ان معلومات کو ایک نئی شکل مین مرتب کرکے پیش کر دیا یعنی اس آخری لمحہ مین دونون پرون کا پھیلا ہونا اسکے نزدیک دلیل ہے اس امر کی کہ طائر محبوس کو تمام زمانہ قید مین آزادی کی تمنا رہی حتیٰ کہ مرتے مرتے بھی قفس سے چھوٹ کر پرواز کر جانیکی حسرت اسکے دل مین موجود تھی

غلط ہے ناز یہ آسودگان منزل دوست ٭ ہلاک منزل جانان بھی کامیاب ہوا

شاعر یہ پہلے سے جانتا ہے کہ منزل مقصود پر پہونچ جانا ہی کامیابی ہے۔ اور کامیاب ہو جانے کے بعد انسان اپنی کامیابی پر ناز کیا کرتا ہے۔ اور جو شخص منزل پر پہونچنے سے پہلے راستہ ہی مین ضایع ہو جائے وہ گویا ناکام رہا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ راہ کی صعوبتین اور سفر کی تکلیفین منزل پر پہونچنے کے بعد راحت و آسایش سے مبدل ہو جاتی ہین۔ اب متخیلہ نے ان تمام معلومات مین اپنا تصرف کرکے ایک بالکل نئی ترتیب پیدا کر دی یعنی جو لوگ منزل جانان تک پہونچ گئے اور اب ہمارو شِ آسودگی ہو کر اپنی کامیابی پر نازان ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ جو لوگ اثنائے راہ مین سفر کی سختیان جھیلتے جھیلتے فنا ہو گئے اور منزل جانان تک نہ پہونچ سکے انھین حصولِ مقصود مین کامیابی نہین ہوئی۔ وہ ایک سخت غلطی مین مبتلا ہین اس لئے کہ منزلِ جانان کا مسافر اگر راستہ مین ہلاک ہو جائے تب بھی اسے کامیاب ہی سمجھنا چاہیئے کیونکہ نہایتِ سعی خوشنودی محبوب ہے اور ظاہر ہے کہ جو راہ طلب مین خود کو مٹا دے اس سے زیادہ محبوب کی خوشنودی اور کسے حاصل ہو سکتی ہے

ے داد سخن ہے ناگوار محو سکوت ہین حریف ٭ ثاقبِ خوش بیان مین کیا رنگِ کمال آگیا۔

شاعر کو معلوم ہے کہ مشاعرہ مین جب غزل پڑھی جاتی ہے تو جسکا کلام اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے اُسے

بہت زیادہ داد ملتی ہے ۔ اور جسکا کلام پست اور ادنی درجہ کا ہوتا ہے اسے بہت کم اور بعض اوقات بالکل داد نہین ملتی ۔ پڑھنے والا شعر پر شعر پڑھتا چلا جاتا ہے اور سامعین ہین کہ خاموش کیونکہ مخصوص حالات سے قطع نظر داد فی نفسہ اس فرطِ تاثر کا بیساختہ اظہار ہے جو ایک لطیف شعر سُن کر قلب پر چھا جاتا ہے ۔ شاعر یہ بھی جانتا ہے کہ جب کسی صنعت کا کوئی کامل نمونہ سامنے آتا ہے تو وہ متحیر ہو کر رہ جاتا ہے ۔ عقل اس شئے کے جمال و خوبی اور کمال و زیبائی کو دیکھکر دنگ ہو جاتی ہے اور فرطِ حیرت سے ہونٹوں پر مہر سکوت لگ جاتی ہے ۔ اسکے علاوہ ثاقب کا خوش بیان ہونا بھی پہلے سے تسلیم ہے

اب دیکھو کہ بلند پرواز تخیل نے ان معلومات کو کیسے نادر سانچہ مین ڈھالا اور انسے کیسا عجیب نتیجہ نکالا ۔ شعر سنکر حریف داد نہین دیتے بالکل خاموش ہین شاعر اس خاموشی کے یہ معنی لیتا ہے کہ ثاقب کے اشعار کمالِ فن کے ایسے نادر نمونے ہین جنھین سنکر شدت تحیر سے حریفون کی قوت گویائی سلب ہو گئی ۔

ان مثالون مین متخیلہ کا عمل معنیً اور لفظاً دونون طرح حد درجہ لطیف اور حیرت انگیز واقع ہوا ہے ۔ خوفِ طوالت مانع تشریح ہے اسلئے اب ہم چند شعر کسی تفسیر کے بغیر درج کرتے ہین ۔

میدانِ حشر مین بھی تھی امید التفات
دامانِ آرزو مرا کتنا دراز تھا

ربطِ باہم اسکو کہتے ہین کہ اپنی شکل پر
دوست کی صورت کا اکثر ہو گیا دھوکا مجھے

میری نظرین کسطرح دیکھینگی تجھکو منفعل
کاش مٹ جائے وہ دھبہ جو ترے دامن مین ہے

جھکتی ہی ہر سجدہ جبین نیاز کیون
حیرت سے دیکھتا ہون ترا نقش پا نہو

ترا بیمار سوئے شمع کس حسرت سے تکتا تھا
اشارہ تھا کہ سنجھو رات بھر کا میہمان مجھکو

برق ناکام گئی سوز کی حسرت سے کر — جب نہ کچھ خانہ برباد مین سامان نکلا

عشق کی منزلون مین ہے میرا خیال کچھ بلند — یہ نہین جانتا ہون مین درد ہے کیا قرار کیا

کیا جانے کسے ڈھونڈھتا بیمار ترے مرتے دم — اکبار ادھر دیکھا اکبار ادھر دیکھا

گلون کے ہین آغوش وا بہر رخصت — ذرا بڑھ کے بلبل کو آواز دینا

ثاقب کی فلک پیما سحر کار تخیل کا جلوہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ آیندہ مختلف خصوصیات کی تحت
مین جو اشعار درج کیے جائینگے ناظرین خود انھین اس روح روان کا سرمایہ ملاحظہ کرینگے۔
کلام ثاقب یون تو جوش بیان۔ ندرت تشبیہ۔ جدت ادا۔ خیال آفرینی۔ لطف ترکیب۔ جزبستگی و روانی
شیرینی و دلاویزی اور دیگر محاسن لفظی و معنوی سے یکسر مالا مال ہے مگر اسکی سب سے نمایان
خصوصیت سوز و گداز جوش بیان اور شدت تاثیر ہے اور اسکا سبب غالبًا یہ ہے کہ اکثر
اشعار جذبات صحیحہ اور کیفیات قلبی کے ٹھیک اسیطرح ترجمان ہین جسطرح ایک دردمند دل
کی بے اختیارانہ آہ یا ایک اضطراری چیخ۔ اسکے علاوہ اکثر انھین واردات و حالات کا بیان
ہے جو عشق و محبت مین عمومًا ہر شخص کے لیے ناگزیر ہین مگر انھین وہ معمولی باتین سمجھ کر چھوڑ دیا
جاتا ہے۔ ثاقب کی فطرت نکتہ شناس نے انھین معمولی باتون کو لیکر وہ ساحری کی ہے کہ
سننے والے کو اکثر یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ گویا یہ آپکے خاص جذبات کی ترجمانی اور آپکے حالات
کی تصویر ہے۔ حالانکہ وہ سب ثاقب کے خود اپنے واردات قلبی ہین۔ اب ہم مثال کے
طور پر درد و تاثیر کے چند مرقع کلام ثاقب سے پیش کرتے ہین:۔

ع آہ اُس طائر مجبور کی حسرت کو نہ پوچھو — جو یہ سنتا ہو قفس مین کہ بہار آئی ہے

طائر چمن زاد طائر جس نے چمن ہی مین آنکھ کھولی۔ چمن مین نشو و نما پائی اور چمن ہی کی جان نواز
زندگی کا خوگر ہے۔ رنگین پھولون کی ہمنشینی، ہمصفیرون کے ساتھ نوا سنجی۔ ڈالیون پر جھولنا

نسیم وصبا کے ساتھ کھیلنا، شام وسحر کے مناظر سے مسرور اور آنکھوں سے مخمور رہنا اس کے معمولات زندگی ہیں۔ پھر فصل بہار کی سحر کاریاں بھی بارہا دیکھی ہیں۔ ابھی چمن پژمردہ، افسردہ بلکہ مردہ تھا۔ ابھی ذرہ ذرہ میں حیات کی روح دوڑ گئی چھینٹا پڑتے ہی فطرت کا گرد آلود چہرہ دھل گیا۔ صحن چمن میں مخمل کا فرش بچھ گیا۔ اشجار نے شاد صافی جوڑا پہنا۔ پھولوں کا حسن نکھر گیا۔ رنگینی شباب پلٹ آئی۔ مستی چھائی۔ فضا نکہتوں سے بھر گئی چمن دلہن بنگیا۔ نشاط و شادمانی برس رہی ہے۔ پھر قدرت کی سب سے بڑی نعمت آزادی کے باعث ہر شئے کا پورا پورا لطف اٹھایا ہے۔ قسمت نے پلٹا کھایا۔ آزادی چھن گئی، بےرحم صیاد نے قید کیا۔ اب چمن سے دور کنج قفس میں پڑا گھل رہا ہے۔ ایسی حالت میں آمد بہار کی خبر سنتا ہے۔ ایام گذشتہ کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ چمن اور شاہدان چمن کی یاد میں کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ تمنا سینہ میں ایک طوفان برپا کردیتی ہے۔ مگر آہ! اس قید سے رہائی کہاں ممکن قفس کی تیلیاں کمزور بازؤں کے لیۓ آہنی دیواریں ہیں۔ پھڑکتا ہے اور پھڑک کر رہ جاتا ہے ایسی حالت میں اس ننھے سے بیکس مجبور کی دلی حسرت کس قیامت کی ہوگی۔ دونوں حالتوں کا مقابلہ کرکے خود قیاس کرلو۔ ثاقب نے اس حسرت کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ مگر خیال وصورت کے لیۓ اسقدر سامان بہم پہونچادیا اور پیرایۂ ادا اس قدر خوبصورت اختیار کیا کہ زیادہ تفصیل کے باوجود بھی شدت حسرت کی اس سے زیادہ مکمل تصویر نہیں کھنچ سکتی۔ ۵

کیا جانے کسے ڈھونڈھا بیمار نے مرتے دم اک بار ادھر دیکھا اکبار اُدھر دیکھا

ایک ہجران زدہ مجبور الفت کی کیسی دردناک تصویر کھینچی ہے۔ ناکامی ومہجوری نے صاحب فراش بنایا۔ سوز الفت پھونکتا رہا۔ اب آخری وقت ہے جنبش بھی دشوار ہے یارائے گفتار نہیں جو کسی سے کچھ پوچھ سکے۔ آہ اب بھی اسی ستانے والے کی یاد کلیجہ مسل رہی ہے۔

اپنی موت کا یقین ہو چکا ہے - اسلئے اسکے آخری دیدار کی حسرت انتہا کو پہونچ گئی ہے - حالانکہ
اس بیوفا سے بر بنائے سنگدلی یہ توقع رکھنا کہ وہ آخری وقت مین صورت دکھائیگا - محض غلط
مگر پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید میری زبون حالت پر اسے ترس آگیا ہو اور اس خیال سے کہ یہ
دنیا سے نامراد جانیوالا آسانی سے دم توڑسکے آخری مرتبہ حسرت دیدار پوری کرنے کے لئے آگیا ہو
اسی خیال کے ماتحت باوجود انتہائے ناتوانی آنکھون نے اسکی تلاش مین ایک مرتبہ ادھر ادھر
گردش کی اور مایوس ہو کر ہمیشہ کے لئے بند ہوگئین - شعر کیا ہے - محبت ناکام کی ایک جگر خراش
داستان ہے جسے سنکر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے - یہ شعر اصلیت ، سادگی اور جوش کا ایک
لاجواب نمونہ ہے - ممکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ مضمون محض تخیلی ہے واقعیت سے اسے
کوئی علاقہ نہین - جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ عموماً ایسا نہین ہوتا مگر کبھی کبھی ضرور ہوتا ہے
علاوہ ازین اسکا ایک اور پہلو بھی ہے جو خود میرے مشاہدہ مین آچکا ہے اور غالباً دوسرون کو
بھی اسکا تجربہ ہوگا - یعنی محبوب باوفا ہے مگر بااختیار نہین - مجبوریان مانع قرب ہین نتیجہ
واحد - یعنی صدمات فراق نے چاہنے والے کو ہلاک کر دیا - بلکہ اس صورت مین جبکہ عاشق کو اپنے
محبوب کی وفا کا یقین کامل ہے - مجبوری کے عالم مین شدت محبت سے اندوہ و الم کے ہاتھون فنا
ہو جانا اور بھی زیادہ یقینی ہے -

البتہ اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ محبوب جب مجبور ہے اور عاشق تک
اسکا پہونچنا ناممکن تو پھر مرتے وقت عاشق کی نگاہون کا اسے ڈھونڈھنا کیا معنی ؟

بات یہ ہے کہ جذبات کے ہیجان مین انسان کی عقل اس درجہ درست نہین رہتی کہ وہ حالات و
واقعات سے بالکل صحیح نتائج کا استنباط کر سکے - اسے بہت سی معدوم چیزین موجود - اور محال
باتین ممکن نظر آنے لگتی ہین - چنانچہ بحالات مذکورہ محبوب کی موجودگی اسکے بالین پر محال سہی

مگر اسے یہی خیال ہوتا ہے کہ ضرور میرا محبوب اِدہر اُدہر کہین قریب ہی موجود ہے۔ اسی لئے آنکھین اُسے ڈھونڈھتی ہین۔

انداز بیان مین بلاغت کا ایک اور لطیف نکتہ بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ مرنے والے نے دمِ آخر جسے ڈھونڈھا شاعر نے اس کا پتہ نہین بتایا۔ کہا تو یہ کہا کہ نہین معلوم کسے ڈھونڈھا درحقیقت یہ ایک ایسا بلیغ کنایہ ہے جسنے شعر کی قوت اثر کو ایک سے ہزار گونہ کر دیا۔ کوئی تصریح اس لطف و خوبی کے ساتھ مقصود کی طرف رہنمائی نہین کر سکتی۔ ۔ ے

وطن کی خاک تجھ کو یاد کر کے ہم بہت روئے ہائے کہ تجھ سے دور تھے اور شام غربت تھی بیابان تھا

ایک غریب الوطن کو جس شدت سے وطن کی یاد ستاتی ہے اس کا نہایت صحیح اور دردناک نقشہ کھینچ دیا ہے۔ گھر سے دور۔ یار و دیار سے مہجور۔ بیگانہ دیس۔ اسپر طرّہ یہ کہ ہنوز منزل پر نہین پہونچتا ہے۔ راستہ ہی مین شام ہو گئی۔ چارون طرف سنسان ویران جنگل بستی کا کہین دور تک نشان نہین کہ یہ درماندہ وہان پہونچکر ذرا سستا لے۔ ایسی حالت مین خواہ مخواہ اپنا وطن، اپنا گھر یاد آتا ہے۔ اور دل تڑپ کر رہجاتا ہے۔ آنسو اُمنڈ اُمنڈ کر آتے ہین اور اشکون کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ میری حیرت کی انتہا نہین رہتی جب مجھے اس شعر کے متعلق ایک ناقد مبصر کے یہ "ناقدانہ" جملے یاد آتے ہین کہ "آپ کو چاہئے تھا کہ وطن کی ذرا سی خاک پڑیا مین باندھکر سفر پر جاتے وقت جیب مین رکھ لیتے اور جس وقت خاکِ وطن کی یاد ستاتی فوراً اُس پڑیا کو جیب سے نکالکر خاک کی زیارت کر لیتے۔ تاکہ بلا وجہ رونیکی ضرورت پیش نہ آتی"

یہ ہے ہمارے اربابِ ادب کا ذوقِ تنقید۔ افسوس۔ خاک کے معنی اگر خود نہین جانتے تھے تو کسی لغت مین دیکھ لیتے۔ یا کسی پڑھے لکھے سے پوچھ لیتے معلوم ہو جاتا کہ "خاک" "سرزمین" کو بھی کہتے ہین۔ اسے بھی جانے دو۔ خاک کے معنی وہی سہی جو مشہور ہین۔ مگر یہ کہان سے معلوم ہوا کہ

اِس غریب الدیار کو خاکِ وطن کی حسرت ایک چٹکی یاد آتی تھی۔

اُف چاند کی یہ کرنین کچھ یاد دلاتی ہین ۔۔ اسوقت نگاہو نمین اک حسن کی دنیا ہے بہار کی جنون انگیز ہو۔ اور ستھری نکھری چاندنی یہ دونون چیزین ایسی ہین کہ بقدر استعداد ہر شخص ان سے متاثر ہوتا ہے خصوصاً زخم خوردگان جمال کے دلون مین توسمندر کیطرح مدوجزر کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے محبوب کا تصور مجسم ہوکر سامنے آجاتا ہے۔ پھر اتفاق سے محبت کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ بھی اس چاندنی سے تعلق رکھتا ہے تو بس قیامت ہی گذر جاتی ہے شب ماہ مین کسی کے ساتھ وہ گلگشت چمن سیر دریا۔ وہ محفل نشاط۔ وہ یکجائی و تنہائی۔ وہ ناز و نیاز غرضکہ ماضی کی ایک ایک تصویر کسی نقص و تبدیلی کے بغیر پردۂ خیال پر جلوہ گر ہوجاتی ہے۔ جذبات بھڑک اُٹھتے ہین۔ قوت انفعال و تاثر مشتعل ہوجاتی ہے اور سینہ مین گوناگون کیفیات کا طوفان و ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے۔ ماضی کے جان نواز لمحون کی یاد نشتر بنکر کلیجہ چاک چاک کرڈالتی ہے۔ اپنے مخصوص انداز مین ثاقب نے اسی جانگداز حالت کی تصویر کھینچی ہے۔ اور لفظ "کچھ" سے ایک ایسا لطیف مبہم اشارہ کررہا ہے کہ قوت خیال اس سے افسانے کے افسانے تیار کرسکتی ہے اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ مین ادا کیا ہے۔

اے چمکتے ہوے تارو یہ کیا کیا تم نے ۔۔۔ مین قفس مین تھا مجھے صحن چمن یاد نہ تھا
دیکھکر تجھکو مری آنکھ سے آنسو نہ رکے ۔۔۔ ورنہ اے دوست سر شکوۂ بیداد نہ تھا

شکایت کے مختلف پیرایے ہین مگر ان مین سب سے زیادہ موثر وہ صورت ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا جائے مگر ظاہری حالت باطنی کیفیت کی ترجمانی کرے محبوب اس نکتہ سے واقف ہے۔ چنانچہ عاشق کی آنکھون سے آنسو گرتے دیکھکر اس نے یہی

سمجھا کر گویا زبان حال سے میری شکایت کیجا رہی ہے۔ عاشق نے بھی اسکے اس خیال کو سمجھ لیا اور محبوب کی شکایت جو شریعت عشق مین گناہ عظیم ہے اس سے اپنے آپ کو بری ثابت کرنے کے لئے اس نے سر شک افشانی کی اصلی وجہ بیان کر دی کہ تمھین دیکھکر بے اختیار جی بھر آیا اور آنسو بہنے لگے تم اسے کہین اپنی شکایت نہ سمجھنا شکایت کا تو مجھے خیال بھی نہ تھا۔ اگرچہ اس لذیذ حکایت کے اسقدر جلد ختم کر دینے کو کسی طرح جی نہین چاہتا مگر بخوف طوالت اب کسی تشریح کے بغیر چند نمونے پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایک دن وہ تھا کہ رو لیتے تھے دل بھر اپنے
ایک دن یہ ہے کہ رونے کا بھی مقدور نہین

اُف وہ درد کا بڑھنا آنسوؤنکی خونباری
آہ میری ناکامی عالم آشکارا تھی

کسی کا غمکدہ تاریک ہے اندوہِ حرمان سے
کسی کی صبح عشرت تک چراغ شام آتا ہے

ناتوانی بھی عجب اُفتادِ عبرت خیز تھی
دیدۂ حسرت سے گردِ کاروان دیکھا کئے

تمنائے نشیمن ہے نہ اب پروائے آزادی
قفس ہی مین مجھے پڑا رہنے دے صیاد رہنے دے

فسانہ ہو چکا تھا عہد دشمن تونے اے صیاد
نظر کے سامنے کیون لا کے خاک آشیان رکھدی

ترا بیمار سوئے شمع کس حسرت سے تکتا تھا
اشارہ تھا کہ بجھو رات بھر کا میہمان مجھکو

کاش وہ صحن مین گلستان مین قفس ہی رکھدے
یہ بھی شاید مرے صیاد کو منظور نہو،

مری ہر سانس ہے ڈوبی ہوئی زہرابۂ غم مین
حذر اے چارہ گر اندیشہا و فکر درمان سے

ہائے وہ عہد تمنا وہ مراجذبۂ شوق
ایسا بھولا ہے کہ آتا ہی نہین یاد مجھے

ہائے ابتو وہ نگہ بھی نہین اٹھتی تاقب
مجھ دل آشفتہ و برباد و پریشاں کی طرف

کیا کیا تو نے یہ اے میری امید موہوم
اس کو پھر یاد دلایا جو مجھے یاد نہ تھا

موت نے ضبط کی کچھ شرم ہی رکھ لی ورنہ
مین یہ کیونکر کہون دل مائل فریاد نہ تھا

یا تو اجل کیساتھ ساتھ آئے سحر کفن بدوش   یا کوئی پھر کمی نہ ہو میری شب دراز مین

(۲) بدیع الاسلوبی کلام ثاقب کی دوسری نمایان خصوصیت طرز ادا کی جدت ہے۔ اور

یا اس میدان مین ثاقب نے اکثر حریفون کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ندرت

جدت طرز ادا خیال کو جسقدر اہمیت دیجائے کم ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی اگر اُس خیال

کے لئے کوئی اچھوتا انداز بیان ہاتھ آجائے تو قیامت ہے نہ صرف اسیقدر بلکہ بعض اوقات

معمولی سا خیال محض ندرت اسلوب کی بنا پر سامعین کو اسدرجہ مکیف و متاثر کردیتا ہے

کہ نادر سے نادر مضمون بھی اس سے زیادہ لطف نہین دیسکتا بلکہ سچ پوچھئے تو نیا خیال

جہانتک غزل کا تعلق ہے اب عنقا کا حکم رکھتا ہے اسلئے اس دور مین غزل گو شاعر کی

مشکلات کی انتہا نہین۔ مگر جو لوگ طرز ادا مین کوئی جدت اور اسلوب بیان مین کوئی تازگی

پیدا کر سکتے ہین۔ آج بھی اُنکا کلام عمل تسخیر کا حکم رکھتا ہے۔

اس محل پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ندرت خیال سے کیا مراد ہے؟ ایسا اچھوتا خیال کہ ایک

شخص خاص کے سوا کبھی کسی کے دماغ مین نہ ہو خود الشاذ کالمعدوم کے حکم مین داخل ہے

خصوصًا غزل کے محدود دائرہ مین تو اسکا وجود ہی محال ہے اسلئے وہ خارج از بحث ہے

پس نئے خیالات سے ہماری مراد وہ خیالات ہین جو آینکو ہر شخص کے دماغ مین آتے ہین

مگر انھین معمولی سطحی غیر اہم اور ادنیٰ درجہ کا سمجھکر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یا اُنھین معمولی خیالات

کی تہ مین کوئی بات ایسی ہوتی ہے کہ عام طور پر لوگونکی نظر وہانتک نہین پہونچتی۔ یا

جزئیاتی امور جنھین عمومًا نظر انداز کردیا جاتا ہے کبھی اسلئے کہ انھین غیر ضروری سمجھا جاتا

ہے اور کبھی اسلئے کہ زبان پر اتنی قدرت نہین ہوتی کہ انھین دلنشین پیرایہ مین ادا کرسکین

اور معمولی طرز بیان مین ان کا ذکر بالکل بے لطف ہو جاتا ہے۔ مگر ایک فطرت شناس شاعر

انھین حقیر چیزون سے ایک نئی اور بالکل نئی دنیا ایجاد وآباد کر دیتا ہے۔ چنانچہ ثاقب کے یہان اس قسم کے بہت سے دلکش نمونے موجود ہین جنھین ندرت خیال کے ساتھ طرز ادا نے اور بھی زیادہ دلفریب و دلنواز بنا دیا ہے۔ مثلاً یہ کہنا مقصود ہے کہ بربادِ الفت ہر آزار سے محفوظ ہے اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے کیسا خوبصورت پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے

برق ناکام گئی سوز کی حسرت لیکر جب نہ کچھ خانۂ برباد مین سامان نکلا

بجلی گری اسلئے کہ خانۂ دل مین جو کچھ سامان ہے اُسے جلا کر خاکستر کر دے۔ مگر وہان کیا دھرا تھا پہلے ہی سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ اسلئے برق کے دل مین جلانے کی جو حسرت تھی وہ دل ہی مین رہگئی اور مایوس ہو کر اسے واپس جانا پڑا! بیدردگی خیال کے دلفریب چہرہ پر استعارہ کا اسقدر لطیف حجاب ڈالا ہے کہ خط وخال صاف نظر آتے ہین اور پھر دوگونہ حسن کے ساتھ۔ دراصل مطلب یہ ہے کہ "وہ" اس لئے آئے تھے کہ میرے ارمانون کا خون کر کے مجھے آزار پہونچائین مگر اُنکی "عنایت" سے تمناؤن کی دنیا پہلے ہی اجڑ چکی ہے۔ اگر دل مین کوئی آرزو باقی ہوتی اور وہ اُنکے "کرم تازہ" سے اسوقت مٹ جاتی تو البتہ قلب کو بیحد اذیت پہونچتی لیکن ایسا نہین لہذا انکی سعی ستم بیکار گئی اور مجھ نامراد کو مزید آزار دینے کی حسرت انکے دل ہی مین رہ گئی۔

شوق دید کشان کشان در محبوب تک کھینچ لایا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ محروم دید ار آنکھین جلد سے جلد اپنی فردوسِ نگاہ سے لطف اندوز ہون ہر قدم "ان" سے قریب تر کر دیتا ہے مگر شوقِ مضطرب بڑھتا ہی جاتا ہے دل دھک دھک کر رہا ہے۔ اب رہیان مین تھوڑا ہی فاصلہ ہے دل کی دھڑکن بہت تیز ہوگئی اب قدم نہین اٹھتا۔ جذبات مین ایک طوفان برپا ہے یکایک "ان" کے سامنے جا پہونچنے کی انھین روبرو دیکھنے کی جرأت نہین

ہوتی اپنے آپ کو بیٹھانے کیلئے ذرا ٹھہر جاتا ہے مگر فرادانی شوق زبردستی آگے ڈھکیل رہی ہے مختلف جذبات کی اس کشمکش کو کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

ٹھہر جا ایک لمحہ کے لئے اے شوق نظارہ، ذرا میں دل کی طاقت کا تو پہلے امتحان کرلوں

حصول مقصود کا آل بے لطفی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ قریب قریب ہر شخص اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ذاتی تجربہ رکھتا ہے۔ مگر جس خوبصورتی سے ثاقب نے اسے بیان کیا ہے۔ وہ ثاقب ہی کا حصہ ہے۔

اے ذوق تن آسانی برپا کیا تو نے ساحل سے کہیں بہتر نظارۂ ساحل تھا

ساحل سے دور ایک کشتی موجوں سے لڑتی۔ ہوا کے تند و تیز جھوکوں کا مقابلہ کرتی بہتی چلی جاتی ہے۔ اہل کشتی کو خوشنما ساحل صاف نظر آرہا ہے۔ بے اختیار دل اسطرف کھنچا جارہا ہے صرف منظر کی دلفریبی کی بنا پر نہیں بلکہ یہ خیال بھی ہے کہ کنارہ پر پہونچکر موجوں کے تھپیڑوں ہوا کے طماچوں بھنور کی گردشوں اور کشتی کے ٹوٹ کر یا الٹ کر ڈوب جانے کے خطروں سے یکسر نجات ملجائیگی۔ خستگی و درماندگی آسایش و راحت سے بدل جائیگی۔ اسی تمنا میں جان توڑ کر کوشش کی اور کسی نہ کسی طرح کشتی کنارہ تک آپہونچی۔ مگر افسوس کہ وہ خیال غلط نکلا۔ ساحل کا منظر دراصل اتنا خوبصورت نہیں جتنا دور سے معلوم ہوتا تھا۔ ایک فریب نظر تھا اور بس درحقیقت یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر سرگرمی عمل ختم ہوجائے تو زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ اور حصول مقصود کے بعد دور سعی قدرتاً ختم ہوجاتا ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس شئے کے حاصل کرنیکی کوشش میں اپنی تمام قوتیں صرف کردی تھیں اور حاصل ہونے سے پہلے جس میں ایک ساحرانہ کشش اور معجزانہ جاذبیت تھی اب رفتہ رفتہ اسکی دلکشی مفقود ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ اس سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ بعض اوقات

جو باتین اس مین حسن نظر آتی تھین وہی سب عیب دکھائی دینے لگتی ہین۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس شے سے لطف اٹھانے اٹھاتے کچھ مدت کے بعد جی سیر ہو جاتا ہے۔ اور اب اسمین کوئی ندرت باقی نہین رہتی اس بنا پر اسکے حصول کی کوششون، زحمتون، بلکہ مصیبتون تک مین جو لطف تھا اسکا عشر عشیر بھی اب محسوس نہین ہوتا اس شعر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو چیز دور سے خوشنما معلوم ہوتی ہے ضروری نہین کہ وہ دراصل خوشنما ہی ہو، ہوسکتا ہے کہ یہ ہماری نظر کا دھوکا ہو یا جو شے بظاہر سراپا خوبی ہے ممکن ہے کہ وہ بباطن یکسر زشتی ہو اور ہماری لاعلمی کے باعث ہمین حسین نظر آتی ہو۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی مبتلائے مصیبت کی اذیت کو ایک ستمدیدہ ہی سمجھ سکتا ہے ایک عشرت نصیب کے لئے اسکا اندازہ قطعی ناممکن ہے۔ خواجہ حافظ نے اسی خیال کو اسطرح ادا کیا ہے۔ ؎

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین ہائل   کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحل ہا

ثاقب نے اسی مضمون کو اردو مین ادا کرنیکی کوشش کی ہے خواجہ صاحب نے واقعہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بجائے خود مکمل ہے اور اس پر اضافہ تو کیا اسکا چربہ اتارنا بھی محال ہی مگر دیکھنا چاہیئے کہ یہ دشوار گذار منزل ثاقب نے کسطرح طے کی ہے۔

کیا اسکو خبر اسکی ہم غرق ہوئے کیونکر   جو محوِ تماشا تھا آسودۂ ساحل تھا

خواجہ صاحب نے یہ بیان کیا کہ اندھیری رات ہے۔ طوفانی موجین اٹھ رہی ہین خوفناک بھنور پڑ رہے ہین۔ اور ہر لمحہ کشتی کے الٹ جانے اور اہل کشتی کے غرق ہو جانیکا خطرہ ہی ایسی حالت مین اہل کشتی کے دل پر جو کچھ گذر رہی ہے اسکا اندازہ ساحل نشین نہین کر سکتے جو ہر قسم کے خطرات غرقابی سے محفوظ ہین نفس مطلب ثاقب کے شعر کا بھی یہی ہے۔

مگر خواجہ صاحب نے متلاطم سمندر کا بھیانک منظر پیش کیا ہے ثاقب کا شعر اس سے یکسر خالی ہے تاہم اس مین ایک اشارہ ایسا ضرور موجود ہے جو سمندر کے طوفان و تلاطم کے بیان کے بغیر بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے ہماری مراد غرق ہونے کا ذکر ہے۔ کیونکہ (کسی خاص حالت سے قطع نظر) کشتی ڈوبنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سمندر مین تلاطم اور فضا مین طوفان برپا ہو۔ دریا اور ہوا پرسکون ہونیکی حالت مین کشتی نہین ڈوبا کرتی، اسکے علاوہ دو باتین قابل غور ہین ایک یہ کہ خواجہ صاحب نے اہل کشتی کی اس حالت کا ذکر کیا ہے جبکہ انھین کشتی کے الٹ جانے اور اپنے غرق ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ثاقب نے اس حالت کا ذکر کیا ہے جبکہ اہل کشتی واقعی غرق ہو رہے ہین ظاہر ہے کہ پہلی صورت کے بہ نسبت دوسری صورت مین اہل کشتی موت کے قریب تر ہین۔ اس بنا پر انکی روحانی اذیت بھی شدید تر ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ صاحب نے جن سبکساران ساحل کا ذکر کیا ہے اُنکے متعلق اور کوئی خاص بات بیان نہین کی مگر ثاقب نے جس آسودۂ ساحل کا ذکر کیا ہے وہ خطرات غرقابی سے محفوظ ہونیکے ساتھ ہی ساتھ کشتی کے ڈوبنے کا منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اور ثاقب کا اسے محو تماشا کہنا ایک لطیف اشارہ ہے اُسکی سنگدلی کیطرف، کیونکہ کوئی رقیق القلب انسان ایسے دردناک مناظر کے دیکھنے کی تاب نہین لاسکتا۔ یقیناً یا منھ پھیر لیگا۔ یا آنکھین بند کرلے گا۔ بلکہ بعض اوقات لڑکھڑا کر گر پڑے گا۔ اور بیہوش ہو جائے گا۔ تو ایسا بے حس شخص جسکے لئے ایک طوفان زدہ کشتی کا تہ آب ہونا ایک دلچسپ نظارہ ہے ڈوبنے والونکے احساسات کا کیا اندازہ کرسکتا ہے۔؟

اسکے علاوہ ڈوبنے والی کشتی اور آسودۂ ساحل کے درمیان ایک علاقہ پیدا ہو جانیسے واقعات کے کُل حصے ایک مکمل تصویر بن مرتب ہو گئے جس سے شعر کی تاثیر دونی ہوگئی

خواجہ صاحب کے یہاں تصویر کے دو ٹکڑے الگ الگ ہیں۔ ان تشریحات سے ہمارا منشا حافظ و ثاقب کا تقابل ہرگز نہیں بلکہ ثاقب کے لطیف کنایات کی تصریح مقصود تھی جو انکے طرز بیان کی ایک ممتاز خصوصیت ہے۔

برہمی کی حالت میں رُخ محبوب کی دلفریبی کا کچھ اور ہی عالم ہو جاتا ہے اِس خیال کو کیسے پیارے انداز میں ادا کیا ہے۔

جلنے لگی نقابِ حسن کوندگئیں وہ بجلیاں آئینہ جمال میں رنگ جلال آگیا

نظر کا بجلی سے استعارہ معمولی بات ہے مگر بحالت غصہ آنکھوں میں جو ایک چمک سی پیدا ہو جاتی ہے اسے بجلی کے کوندنے سے تشبیہ دینا پھر غصہ کے جوش سے چہرہ کے تمتما اٹھنے کو نقاب حسن کے جلنے سے تعبیر کرنا اور رخسار کو پہلے آئینۂ جمال کہکر پھر اسمیں جلال کا رنگ بھرنا حسن بیان کا ایک ایسا دلفریب نمونہ ہے جسکی نظیر ین اردو ادب مشکل سے پیش کر سکتا ہے

بس اِک اشکِ دمِ آخر میں دنیائے فغاں رکھدی اسی اک حرف میں دل نے کتاب داستاں رکھدی

مرتے وقت انسان کے قلب کی جو کیفیت ہوتی ہو گی اسکا اندازہ ایک مرنے والے ہی کو ہو سکتا ہے بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ نزع کے عالم میں آنسوؤں کے چند قطرے مرنے والے کے آخری احساسات کے ترجمان بنکر ڈھلک پڑتے ہیں اور لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کبھی حب دنیا کبھی خوف محشر اور کبھی کچھ اور باتوں کو اسکا سبب قرار دیتے ہیں۔ ثاقب نے اس آخری آنسو کا سبب فراقِ دوست کو ٹھہرایا اور اسی ایک آنسو کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے محبوب سے جدا ہو جانیکی انتہائی اذیت کی پوری کیفیت اور گوناگوں جذبات کی مفصل روداد بیان کر دی۔

جب انسان اپنے گناہوں کو یاد کر کے شرمندہ ہوتا اور آنسو بہاتا ہے تو اسکا دِل خود بخود

محسوس کرتا ہے کہ رحمت الٰہی اس سے بہت قریب ہے مغفرت مجسم ہو کر اُس کے ساتھ آکھڑی ہوتی ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اشک ندامت کفیل مغفرت ہیں۔ ثاقب نے اسی کیفیت کی تصویر کھینچی ہے۔

تصویر عفو کیوں نہ ہو زیبائش نظر — کھینچا ہے آنسوؤں نے مرقع گناہ کا

دل کا خون آنسوؤں کی راہ بہہ گیا اس مضمون کو مختلف پیرایوں میں ادا کیا ہے۔ مگر ثاقب کا انداز بیان سب سے نرالا ہے:۔

وہ لہو دل کا جو تھا سرمایہ دار زندگی — کچھ ہے میری آستین میں کچھ تری دامن میں ہے

ضمناً یہ بھی بیان کر دیا کہ اب زندگی کی کوئی توقع نہیں کیونکہ جو شئے مدار حیات تھی وہ ختم ہو چکی:۔

آشفتہ حالی از و یاد محبت کا باعث ہے۔

کیوں ڈانا از جنون بے ہو محبت کو فروغ ہو حسن سے کم نہیں غنچوں کیلئے جامہ دری

—:—

نگاہ شوخ رہی تجھ کو بجلیوں کی تلاش — مگر کبھی نہ مرے دل کا انتخاب ہوا

کس اچھوتے انداز سے دل کی شدید بیتابی کا اظہار کیا ہے:۔

یہ ذوق معصیت میرا عبادت سے بھی ارفع ہے تڑپ جاتی ہے خود رحمت مرے معیار عصیان پر

کہتے ہیں کہ میرا گناہ عبادت سے افضل ہے کیوں؟ کیا اس لئے کہ میرے ارتکاب گناہ کا باعث وہ لذت نہیں جو گناہ سے حاصل ہوتی ہے بلکہ میں اس لئے گناہ کرتا ہوں کہ خداوند عالم کو اپنی رحمت کے صرف کرنے کا ایک موقع ملجائے کیونکہ عبادت و ریاضت کرنے والے تو اپنے اعمال نیک کے صلے میں یوں ہی بخشے جائیں گے اور رحمت کا محتاج ہے گناہگار پس میری معصیت کا درجہ

عبادت سے کہین بلند ہے کیونکہ اسکے بغیر خداوند عالم کی ایک گزیدہ صفت محض بیکار ہوئی جاتی ہے

نکہت گل کا وہ چھپ چھپ کے قفس مین آنا | یاد ہے باد صبا کی مجھے پیغامبری
کھل گیا دیدہ ترے غم پنہان میرا | ابتو رنگین نظر آتا ہے گریبان میرا
کیا نہ دو آشنا تھی وہ برق نگاہ ناز کی | اظہار اشتیاق و تمنا نہ ہو سکا
دل مرا وقف ہو چکا جلوہ رنگ رنگ کا | ناصیہ سجدہ ریز ہے کعبہ خانہ ساز مین
ہمصفیر و نغمہ تازہ مرے شیون مین ہے | مین گرفتار قفس ہون اور قفس گلشن مین ہے

(۳) واردات عشق و محبت مختلف عنوانات کے تحت مین ابتک جو اشعار درج کئے گئے ان مین سے اکثر واردات عشق و محبت کے بہترین نمونہ ہین مگر ہم انھین دہرانیکے بجائے اس موضوع کے متعلق چند اور مثالین پیش کرتے ہین جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر آئے ہین ثاقب کے شعر کی بنیاد محض خیالی نہین ہوتی بلکہ وہ کسی نہ کسی حقیقت نفس الامری پر مبنی ہوتا ہے اسی لئے سننے اور پڑھنے والون کے دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے

تنہائی فراق کی راتین بھی کٹ گئین | ممنون ہون مین اس دل افسانہ ساز کا

فراق کی تنہا راتین جسطرح کٹتی ہین بس ایک ہجران نصیب ہی اُسے سمجھ سکتا ہے اُسوقت جبکہ ساری دنیا خواب راحت مین مصروف ہوتی ہے یہ نامراد تڑپ تڑپ کر رات کی ختم نہ ہونے والی گھڑیان گذارتا ہے۔ نرم و گرم بستر کانٹون کا بچھونا بنجاتا ہے۔ آنکھین نیند کے بجائے آنسوؤن سے پُر ہوتی ہین پھر بھی دل کی بیکلی کسیطرح کم نہین ہوتی۔ آخر اپنے دل سے باتین کرنے لگتا ہے، وہ خوشگوار ساعتین جب اُنکا قرب نصیب تھا۔ وہ خلوتین وہ شب مہتاب مین باغ و راغ کی سیرین، وہ پوشیدہ ملاقاتین، وہ انگڑائیان، وہ خاموش گفتگوئین، غرض کونسی بات ہے جسکی پوری تفصیل شروع سے آخر تک دہرائی نہین

جاتی، اور یہ دلچسپ افسانے دل کچھ ایسے مزے سے لیکر بیان کرتا ہے کہ ایک کیفیت بیخودی
طاری ہو جاتی ہے، اور تھوڑی دیر کے لئے ماضی حال مین منتقل ہو جاتا ہے۔ غم بھولجاتا
ہے اور اسی محویت مین کالی رات اپنی بکھری ہوئی زلفون کو سمیٹ لیتی ہے اور یہ نمود سحر
سے یکایک چونک پڑتا ہے۔ اسی کیفیت کا ایک دوسرا رُخ اسطرح بیان کیا ہے:

کس کس انداز سے دل عشق مین برباد رہا سب فسانون مین فسانہ یہ مجھے یاد رہا
ہر چند جوش گریہ ہوا وجہ اضطراب پھر بھی سکون دل کو تری یاد سے ہوا

عالم مہجوری و مجبوری کی ایک عجب کیفیت کو بیان کیا ہے۔ کہتے ہین کہ جسوقت "وہ" یاد آئے دل
بیتاب ہوگیا، جی بھر آیا، آنسوؤن کا طوفان اُٹھا اور آنکھین خوب برسین، کثرت گریہ نے بے حال کردیا
مگر پھر بھی انکی یاد کی معجز نمائی دیکھو کہ مضطرب دل ٹھہر گیا، اور ایک تسکین سی ہوگئی، یاد ہی باعث گریہ
و اضطراب ہے اور وہی یاد باعث تسکین،

سکون یاس مین بھی ہے وہی انداز بیتابی یہ کس نے دل کے ہر ذرہ مین اک برق پنہان کھدی

انسان کی فطرت ہے کہ جب تک کامیابی کی امید لگی رہتی ہے دل کی خلش اور بےچینی دور نہین ہوتی
مگر جب ناکامی کا یقین اور کامل مایوسی ہو جاتی ہے تو پھر وہ اضطراب وہ بےچینی اور وہ خلش باقی
نہین رہتی۔

ذوق ؎ اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانہ یاس۔ بہشت ہے ہمین آرام جاودان کیلئے

مگر محبت کی عجائب کاریان محیّر العقول ہین، آس ٹوٹ چکی، امیدین مٹ چکین مگر دل کی بےچینی
نہ جانا تھی نہ گئی، اور نہ جانا کیا معنی ذرہ برابر کم نہوئی، معلوم ہوتا ہے قلب مین کسی نے بجلیان
بھردی ہین۔ ؎

اے انقلاب: کل جو تھے سرمایۂ نشاط ہین آج ناگوار وہ جھونکے بہار کے

کل کائنات نغمہ درد آفرین بنی   اُف رے اثر یہ دل کے غم جانگداز کا ہُ

انسان جب خود مسرور ہوتا ہے تو اسے ہر چیز فرط مسرت سے مسکراتی نظر آتی ہے، اور ایسا محسوس کرتا ہے کہ فطرت کا ذرہ ذرہ میری خوشی مین حصہ لے رہا ہے اور جوش نشاط سے مست ہے، اور اسکے برعکس جب مغموم ہوتا ہے تو اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز سوگوار ہے۔ ہر شے ماتم دار ہے۔ نرم ہوا کے خوشگوار جھونکے جنکی چھیڑ سے کُل دل کھلا جاتا تھا۔ طبیعت مین جوش مسرت اور سینہ مین ولولے پیدا ہوتے تھے کیون ؟ اسلئے کہ "وہ" ساتھ تھے، آج وہی جھونکے وہی مستانہ خرام جھونکے کلیجہ مسلے ڈالتے ہین، معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا ہر ذرہ غم کے زہر مین ڈوبا ہوا ہے، جو بدن سے مس ہوتے ہی ہر رگ وپے مین سرایت کرنے لگتا ہے، کیون ؟ اسلئے کہ آج فراق کی تنہائی ہے۔ آج طبیعت اداس ورنجیدہ ہے۔ فطرت کی ہر دلنشین صدا درد انگیز معلوم ہوتی ہے۔

ہو ہم سخن دشمن وہ خواب تخیل مین ۔ ؛ ۔ اے کاش نہ دیکھون مین یہ منظر رسوائی

ثاقب کا یہ شعر عزت نفس اور غیورانہ شرافت کے جذبات کا بہترین مرقع ہے، عموماً شعرا کے نزدیک اُنکے محبوب کا رقیب سے ہم سخن ہونا بلکہ ہم بغل ہونا بھی چندان مضائقہ کی بات نہین چنانچہ ایک بڑے مشہور استاد کا شعر ہے۔

تم کو ہے وصل غیر سے انکار   اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا

ایک اور بزرگوار فرماتے ہین :۔

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم وراہ ہو   مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

مگر ثاقب کی فطرت بلند اور ضمیر صافی سے ان آلودگیون کا تحمل ناممکن ہے، اس کے لئے فی نفسہ نہین بلکہ صرف عالم خیال مین محبوب کا غیر سے ہم سخن ہونا، اسکی انتہائی ذلت ہے

خیال پر قابو نہین وہ بار بار یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ محبوب اور رقیب مین راز و نیاز کی باتین ہو رہی ہین، واہمہ اس عالم کا خلاق ہے اور وہ بدگمانی بھی جو لازمہ محبت ہے جب کسیطرح یہ خیال پیچھا نہین چھوڑتا تو خدا سے التجا کرتا ہے کہ بار الٰہا کاش تو یہ قوت تخیل مجھ سے چھین لے۔ کیونکہ اپنی ذلت و رسوائی کا یہ روح فرسا منظر اب مجھسے نہین دیکھا جاتا

یاد مین تیری اسطرح عمر مری گذر گئی — کچھ نہ سمجھ سکا کہ تھا حاصل انتظار کیا

بہت مشکل ہے پوری شرح غمہائے نہان کرلون — اگر وجدان و کیفیات کو بھی ہم زبان کرلون

مین لے خوب سمجھتا ہون جو حالت ہے مری — ہان مگر دل کو وہی درس شکیبائی ہے

ہرطرح کی ویرانی ہر رنگ کی آبادی — مین آپ ہی خلوت تھا مین آپ ہی محفل تھا

الامان اے اضطراب یاس و امید الامان — سہل ہونے پر بھی مرنا کسقدر دشوار تھا

نہین گر رخصت سیر چمن کچھ غم نہین ثاقب — مین اپنے سرخ اشکون سے قفس کو گلستان کرلون

جس مین کہ آ جاتا تمھارے دلکو ایک لطف — تیری اسی جفا کو ترستی ہے زندگی

پھر دل کی حسرتون مین ہے امید کی نمود — پھر پاس ہو چلی ہے پشیمان آرزو

زبان شوق سے کیا حرف آرزو نکلے — کہ جب نگاہ سے بھی عرض حال ہو نہ سکا

(۴) **وقوع گوئی** وقوع گوئی سے مراد ان واقعات و معاملات کا بیان ہے جو عشق و عاشقی مین پیش آتے ہین، عشق و ہوس کے ڈانڈے چونکہ ملے ہوے ہین اس لئے عموماً شعرا وقوع گوئی مین حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتے ہین اور انکے اس قسم کے اشعار اسمین شک نہین کہ جذبات نفسانی کو برانگیختہ کرنیکی قابلیت رکھتے ہین مگر پاکیزہ ان محبت کے لطیف احساسات کو مجروح کردیتے ہین، لہذا ان چیزون پر قلم اٹھانے والے کے پاس ایک پاک دل، پاک نظر، پاک خیال اور پاک انداز مقال ہونا چاہئے، ورنہ اکثر تو وقوع گوئی بوالہوسی [illegible] کی

بدمستی اور خوبان بازاری کے حیا سوز حرکات کی المناک تصویر ہو جائے گی ثاقب کو در ماندگی ہی کے بیان سے فرصت نہیں، مگر جب کبھی اس طرف آتے ہیں تو رشتۂ ادب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے، اور ہر قسم کی آلودگی سے اپنا دامن بچائے ہوئے، تاہم واقعہ کی تصویر اسقدر صحیح، اسقدر دلفریب اور اسقدر اثر انگیز ہوتی ہے کہ سننے والے کو تھوڑی دیر کے لئے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ خود اس واقعہ مین عملی حصہ لے رہا ہے، مثالین ملاحظہ ہون،

کس کام کی ہشیاری، اچھی تھی وہ بیہوشی ۃ جب آنکھ کھلی، اُن کی آغوش مین سر دیکھا

صورت واقعہ یہ ہے کہ کسی حسن اتفاق سے پاکبازان محبت کو تنہائی مین ملاقات کا موقع نصیب ہو گیا، سامنا ہوتے ہی گوناگون جذبات کا ایک ایسا تلاطم سینہ مین پیدا ہوا کہ عاشق کے دل کی حالت غیر ہو گئی، ابھی گفتگو کی نوبت نہ آئی تھی کہ بیتاب ہو کر گرا اور بیہوش ہو گیا، محبوب نے جب اپنے جانبازوں کی یہ حالت دیکھی تو ہر چند فطری حجاب دامنگیر ہوا محبت نے غلبہ پایا، اور اس نے بے اختیار عاشق کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا، تھوڑی دیر مین عاشق کو ہوش آ گیا اور اسنے آنکھیں کھولدین، محبوب نے جب یہ حالت دیکھی تو شرم و حجاب کے جذبات پھر ہجوم کر آئے اور اسنے فوراً اپنا زانو عاشق کے سر سے جدا کر لیا۔ اسی کا عاشق کو افسوس ہے۔ وہ اپنی بیہوشی کو ہوش پر ترجیح دیتا ہے، کیونکہ بیہوشی کے عالم مین جو بات نصیب تھی اب اس سے محروم ہو گیا، لطف یہ ہے کہ شعر مین اس بات کا کہین ذکر نہین کہ عاشق کے ہوش مین آنے پر محبوب نے شرما کر اپنا زانو عاشق کے سر سے علیحدہ کر لیا۔ مگر عاشق کا اپنی ہوشیاری پر تاسف کرنا ایک ایسا لطیف کنایہ ہے کہ اس سے یہ محذوف مضمون خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ ثاقب کے انداز ادا کی ایک نہایت ممتاز خصوصیت ہے۔ جسکے متعلق اسلوب بیان کے تحت مین ہم کسی قدر تفصیل سے بحث کر چکے ہین،

دنیائے دل میں ایک تلاطم سا ہے بپا — یوں دیکھتے ہیں وہ نگہ شرمسار سے

معلوم نہیں کتنی مدت کے بعد ملاقات نصیب ہوئی ہے، اور نہ ہی طویل مدت، عاشق کے جاتے یونہی اسقدر تیز ہوتے ہیں کہ جدائی کے مختصر لمحے بھی اُسے مہینوں اور برسوں کے برابر معلوم ہوتے ہیں، اُنکا سامنے موجود ہونا ہی سینہ میں جذبات کا طوفان برپا کر دینے کے لئے کافی ہے، اس پر قیامت اُن کا حجاب آگین انداز سے دیکھنا، پھر اگرچہ حجاب محض فطری اور طبعی ہے تب بھی بے پناہ ہے اور اگر کہیں وہ اپنے کسی نامناسب سکون کو یاد کر کے منفعل ہیں اور یہ احساس انفعال نظر سے ٹپک رہا ہو تو اور بھی ستم ہے۔

اک حسن بے حجاب تو ہے سامنے ضرور — اب تُو ہے یا کہ صرف یہ تیرا خیال ہے

شدت محبت کے باعث محبوب کا تصور ہر وقت عاشق کے پیش نظر ہے، حالات کچھ ایسی نامساعد ہیں کہ محبوب سے ملاقات ہونا اسکے نزدیک بعید از امکان ہے حسن اتفاق سے کوئی صورت ایسی پیدا ہوگئی کہ عاشق و معشوق یکجا بہم ہوگئے، عاشق اپنے محبوب کو سامنے موجود پاکر بالکل از خود رفتہ و مبہوت ہوگیا، حیران ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ کیا خود محبوب سامنے ہے؟ نہیں وہ کہاں، تو پھر یہ کون ہے؟ شاید اسکا خیال ہے۔ جو اسوقت مجسّم ہو کر سامنے آکھڑا ہوا ہے خلاف توقع محبوب سے ملاقات ہونے پر عاشق مہجور کی شدت محویت کی اس سے بہتر تصویر شاید کسی نے کھینچی ہو، اور پھر مزہ یہ ہے کہ مضمون محض تخیلی نہیں وقوعی ہے، اہل تجربہ میرے بیان کی تصدیق کرینگے

ترے اقرار وفا کو وہ مراد ھرانا — وہ ترا ناز سے کہنا کہ نہیں یاد مجھے

کچھ زمانہ سے محبوب کی طرف سے بے اعتنائیاں ہو رہی ہیں آج ملاقات ہوئی ہے، عاشق گلہ مند ہے پیمان وفا یاد دلاتا ہے کہ کیوں اسی کا نام ہے وفا، اسی کو کہتے ہیں پاس قول و قرار، جواب ملتا ہے کس نے وعدہ کیا؟ کب کیا؟ کس سے کیا؟ ہمیں تو کچھ یاد نہیں،

منت پذیر ہون مین تری مشق جور کا — اس نے تو دل کو اور وفادار کر دیا

محبوب کے ظلم و ستم کی شکایت کا کتنا موثر پیرایہ ہے، کہتے ہین کہ شاید تمھین یہ خیال ہوا ہوگا کہ تمھارے ظلم و ستم سے تنگ آکر دل تمھاری محبت سے دست بردار ہو جائیگا مگر افسوس تمھین یہ معلوم نہین کہ میری محبت محبت ہے ہوس نہین جو تمھاری جفاؤن سے زائل ہو جائے، جتنی تمھاری بیداد بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی میری محبت شدید، اور میری وفا استوار ہوتی جاتی ہے، اور سچ پوچھو تو مجھے تمھاری جفا کی کوئی شکایت نہین بلکہ مین تو اسکا شکرگذار ہون کیونکہ اسی نے میری وفا کو زیادہ پختہ کر دیا۔

اس کے ہر انکار مین در پردہ اک اقرار تھا — بیخودی مین لیکن اسکا جاننا دشوار تھا

عاشق انتہائی خود رفتگی مین اصرار کر رہا ہے، ادھر سے جو کچھ جواب ملتا ہے اسے انکار ہی سمجھتا ہے، حالانکہ در اصل وہ انکار انکار نہین لفظاً انکار، معناً اقرار، اور یہ عین مقتضائے محبوبیت ہے۔ لیکن یہ اپنی وارفتگی مین ایسا گم ہے کہ اس پوشیدہ اقرار کو نہین سمجھ سکتا، آخر محروم و مایوس محبوب سے جدا ہو گیا، کسی دوسرے وقت جب ہوش و حواس بجا تھے، اس نے اپنے درخواست اور محبوب کے جواب پر غور کیا اچھل پڑا کہ ارے! یہ تو انکار نہ تھا، اقرار تھا، اے افسوس کہ مین اسوقت نہ سمجھا مگر کیسے سمجھتا حواس ہی بجا نہ تھے حسب معمول اس شعر کے مضمون کا بھی ایک کافی حصہ محذوف ہے مگر شعر پڑھنے کیساتھ ہی سامنے آجاتا ہے،

پنہان کسی سے حسن خود آرا نہ ہو سکا — یعنی وفور شوق مین پردہ نہ ہو سکا

ادھر مری توبہ کی ڈھارس بندھائی — اُدھر مجھ کو ساغر بصد ناز دینا

مجھے پر وا نہ تھی رسوائیان ہوتین زمانہ مین — تم تو یہ ہو تم ہنستے ہو میرے جیب و داماں پر

کس طرح فدا ہوتا اس جلوہ دلکش پر — جب ہوش مین آتا ہی دل کیلئے مشکل تھا

لے اے دل پر حسرت کچھ اور تمنا کر — دیکھا کہ گری بجلی جب اُس نے ادھر دیکھا

ابھی تو آنسو ؤن مین خون کی سرخی آئی ہے — ذرا گلکاری خونابۂ دل دیکھتے جائیے

کچھ نیند سی آئی ہے بیمار محبت کو — اب حال نہ پوچھو تم جیسا ہے بس اچھا ہے

اُف اسے سحر کاریان تیرے جمال ناز کی — دلمین ہے ایک جوش سا پھر بھی زبان خموش ہے

آنکھین جھکی ہوئی ہین تبسم لبون پہ ہے — اس کشمکش مین جان کو آزار ہو نہ جائے

اسرار و معارف ثاقب صاحب چونکہ ایک ذی مرتبت سالک طریقت بزرگ کی یادگار اور خود بھی اہل دل ہین اس بنا پر رموز معرفت اور اسرار حقیقت اس خوبصورتی سے بیان کرتے ہین کہ سننے والا جھومنے لگتا ہے، ان مباحث پر انکے اشعار محض اگلون کی نقالی نہین بلکہ غور و فکر کرنے والون کے لئے انکے کلام مین بصیرت افروزی کا کافی سرمایہ موجود ہے،

متقدمین اور متاخرین سبھی نے اس میدان مین طبع آزمائیان کین ہین مگر تصوف سے واقعی لگاؤ رکھنے والون اور محض نقالون کے کلام مین صاف فرق نظر آتا ہے، ایک کی لغزش مستانہ بے اختیاری ہے دوسرے نے فقط اسکی نقل اتاری ہے۔ دیکھنے مین دونون کے دامن پھولون سے بھرے ہین مگر ایک کے پھول اصلی دوسرے کے کاغذی ہین جنمین صرف رنگ ہے بو نہین، جسم ہے روح نہین، خدا نے اگر آپ کو ذوق صحیح عنایت کیا ہے تو ثاقب کے یہ جرعات نوش کیجئے اور مست ہو جائیے۔

حواس تک کسی کو نہین امتیاز کا — اللہ رے فریب طلسم مجاز کا

بے فائدہ ہلاک فریب شہود تھا — دنیا تھی اک طلسم زیان تھا نہ سود تھا

وہم و گمان سے دور ہین تیری تجلیان — جلوہ وہ ہے نگاہ کا دھوکا کہین جسے

محبت کی ہواؤن مین نفس کوئی نہین فانی — یہی گوش خرد مین نغمۂ الہام آتا ہے

شبنم صبح ہو یا مہر کا ہو تاج زری
بزم ہستی کی نمائش ہے تری جلوہ گری

مرے ہر شعر میں ثاقب حقیقت کی تجلی ہے
کسی کا عکس پڑتا ہے مری جذبات پنہاں پر

نظارہ کی حسرت میں اپنے کو فنا کر دے
ہستی تری دیوانے اس حسن کا پردہ ہے

تیری سمجھ سے ہے بلند ہستی و راز کائنات
عقل ہے گر نہ جبر تو کوشش امتیاز میں

نمود جلوہ ہو سرمایہ حقیقت میں
کسی کو ہوش کہاں پردۂ مجاز نہ کر

ہے تجھ سے بود عالم اے ناشناس معنی
درماندگی کا اپنی خود چارہ ساز ہو جا

عالم تھا کہ اک عکس آئینہ گر دل تھا
کچھ کہہ نہیں سکتا ہیں یہ کون مقابل تھا

(۶) **تسلسل مضامین**۔ عام دستور یہ ہے کہ غزل کے ہر شعر میں ایک جداگانہ مضمون اور ایک مختلف خیال ادا کیا جاتا ہے۔ اور غزل کے تمام اشعار اس اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ کوئی ربط نہیں رکھتے۔ مگر ثاقب کے یہاں مسلسل نظموں سے قطع نظر غزلوں میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاص کیفیت کے دوران میں غزل شروع کی ہے اور غزل کی غزل اسی حالت کے بیان میں تمام ہو گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انکی غور رس نگاہ کس طرح کسی ایک مضمون کے تمام جزئیات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ مثلاً:-

ہائے یاد شباب کفر انگیز
شاہد شوخ و ساغر لبریز

یہ چمن زار اور دل بے کیف
گھٹا اور جام سے پرہیز

یاد ہے وہ بہار عالم عشق
کس قدر تھی ہوا جنون انگیز

محفل کائنات وجد میں ہے
جلوۂ دوست ہے کرشمہ ریز

(۷) **قدرت کلام**۔ افسوس ہے کہ کوشش اختصار کے باوجود سلسلۂ کلام پھیلتا چلا گیا پھر بھی بہت سے مباحث بالکل تشنہ رہ گئے، اور بعض چیزیں تو بالکل ہی چھوٹ گئیں مثلاً

محاسن لفظی سے مطلق بحث ہی نہیں کی گئی، لیکن ایک خیال سے تسکین ہو جاتی ہے کہ محاسن لفظی ثاقب کے کلام میں اسقدر نمایان اور اسقدر فراوان ہین کہ کسی کوشش کے بغیر ہر شخص ان سے لطف اندوز ہو سکتا ہے، لہذا قادرت کلام کے ضمن مین ہم صرف دو باتین نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرینگے۔

(۱) عام خیال یہ ہے کہ جس زمین مین قافئے کم ہون اس مین غزل لکھنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ ایک قافیہ کے لئے اچھا مضمون ایک بھی مشکل سے ملتا ہے، پس اگر اسی قافیہ کو مکرر لکھا جائے تو اچھا مضمون نکالنا محالات سے ہے، لیکن ثاقب کی قوت تخیل اور قادرت بیان کے سامنے یہ دشواری دشوار نہین رہتی چنانچہ ان زمینون سے قطع نظر جن مین قافیون کی کمی ہے وہ عام طور پر بھی ایک ایک قافیہ کو کئی کئی طرح سے باندھتے ہین۔ اور ایک سے ایک بہتر مضمون نکالتے ہین بلکہ کبھی کبھی تو غزل کی غزل ایک ہی قافیہ مین تمام کر دیتے ہین۔ مثلاً

یاد آئی دشت مین زندان کی آبادی مجھے ؛ آج ہے شام اسیری صبح آزادی مجھے
آشیان میرے لئے ہوگا چمن ہی مین قفس ؛ دے گیا صیاد آکر قید آزادی مجھے
بے حقیقت ہین یہ سب طوق و سلاسل کا خیال ؛ لے اڑیگا ایک دن یہ جذب آزادی مجھے
زیست کی پابندیون سے پائین صد بار چھٹین ؛ کیا دکھائے دیکھئے اب ذوق آزادی مجھے
میری آنکھون مین ہے نقشہ صحبت احباب کا ؛ ہے میسر قید مین بھی لطف آزادی مجھے

—:—

جان دیتا ہون قفس مین دونون پر کھولے ہوئے ؛ حسرت پرواز مین بھی شان ہے پرواز کی
ابھارنے کی تمنا ہو تو کس امید پر ؛ سلب ہوتی جا رہی ہین طاقتین پرواز کی

مین قفس کی زندگی کا اس قدر خوگر ہوا ؎ رفتہ رفتہ حسرتین بھی مٹ گئین پرواز کی

بڑھتی جاتی ہے اُدھر صیاد کی شان کرم ؎ گھٹتی جاتی ہے اِدھر طاقت مری پرواز کی

سامنے ہے آشیانہ اور قفس کا در کھُلا ؎ پوچھتے ہو بیکسی کیا حسرت پرواز کی

اُف شب غم کی اداسی مجھ سے ای ہمدم نہ پوچھ ؎ اک چراغ آرزو تھا وہ بھی اب خاموش ہے

کس کا غم برہم زن ہنگامۂ محفل ہوا ؎ کیون اداسی چھا گئی کیون انجمن خاموش ہے

اب نہ نالے ہین نہ وہ ارمان نہ وہ سوز وگداز ؎ دل ہے پہلو مین مگر افسردہ ہے خاموش ہے

دیکھنے والو ذرا ثاقب کی صورت دیکھنا ؎ آہ وہ بیکس ہجوم یاس مین خاموش ہے

بخوف طوالت صرف چند مثالون پر اکتفا کی گئی ورنہ ثاقب کے یہان یہ رنگ عام ہے

(۲) کلام مین روانی کے لئے سب سے بڑا عنصر بندشون کی چستی ہے۔ شعر کی ترکیب نثر سے جتنی زیادہ قریب ہوگی اتنی ہی شعر کی روانی، سلاست اور صفائی بڑھ جائے گی۔ ثاقب کی قادر الکلامی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ان کے سیکڑون شعر انہ روی ترکیب نہ صرف نثر سے قریب ہین بلکہ اگر ان کی نثر کیجائے تو وہی صورت باقی رہے گی جو اب ہی اور بعض اوقات تو غزل کی غزل اس حسن سے مالامال ہے۔ مثلاً

غمنامۂ الفت کا مضمون بس اتنا ہے ؎ مایوسی و ناکامی انجام تمنا ہے

ہر سمت مجھے اس کا جلوہ نظر آتا ہے ؎ ہان بزم تصور بھی کیا بزم تماشا ہے

سوز غم فرقت سے یہ حال ہمارا ہے ؎ جو سانس ہے شعلہ ہے جو اشک ہے چھالا ہے

نظارہ کی حسرت مین اپنے کو فنا کر دے ؎ ہستی تری دیوانے اس حسن کا پردہ ہے

لرزش سی فلک کو ہے جنبش سی زمین کو ہے ؎ پہنچی مرے نالون سے عالم تہ و بالا ہے

اُف چاندنی کی یہ کرنین کچھ یاد دلاتی ہین ؎ اسوقت تصور مین اک حسن کی دنیا ہے

بیمارِ محبت کو کچھ نیند سی آئی ہے ٹر
اب حال نہ پوچھو تم جیسا ہے بن اچھا ہے

پو ذوقِ خودی ثاقب جو چاہے کرے ورنہ
ہر قطرۂ حقیقت میں خود آپ ہی دریا ہے

ہمارا ارادہ تھا کہ غزلیات پر مختصر سا تبصرہ کرکے مسلسل نظموں کے متعلق تفصیل سے بحث کرینگے، اسلئے کہ دراصل نظمین ہی ثاقب کا سرمایۂ کمال ہین، غزلین یقیناً ان سے پیچھے ہین، مگر نہایت افسوس ہے کہ اختصار کی تمام کوششون کے باوجود اور خواہش و ارادہ کے برعکس غزلیات کا ریویو اسقدر طویل ہوگیا کہ اب مطلق گنجایش تحریر نہین، اگر نظمون پر مبسوط تبصرہ کیا جائے تو کم ازکم دو سو صفحے اور درکار ہونگے، مگر حالات اسکی اجازت نہین دیتے، ناچار صرف چند باتین کہکر دلی معذرت کے ساتھ اس نامکمل تحریر کو ختم کرتے ہین،

غزلون مین جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً رفعتِ تخئیل، حقایق نگاری جوشِ بیان دردِ تاثیر حسنِ اسلوب۔ سلاست و روانی، یہ تمام خوبیاں نظمون مین بدرجۂ اتم موجود ہین، ان کے علاوہ ایک اور خصوصیت بھی ہے، اور جسکا مرتبہ بجائے خود بہت بلند ہے، اس سے ہماری مراد "ندرتِ تشبیہ" ہے۔ غزلون مین بھی اگرچہ کہین کہین نئی تشبیہات نظر آتی ہین مگر نظمین ان سے مالا مال ہین، ہماری شاعری چونکہ ہر باب مین پابندِ تقلید ہے اس بنا پر شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے یہان کوئی نئی تشبیہ نکل آئے، ورنہ وہی چبائے ہوئے نوالے، مگر ثاقب نے اس کثرت سے نئی تشبیہین اور نئے نئے استعارے استعمال کیے ہین کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، اور بے اختیار زورِ طبع اور فکرِ رسا کی داد دینا پڑتی ہے بعض نظمون کا تو یہ حال ہے کہ شروع سے آخر تک گویا تشبیہ کے موتیون کی ایک لڑی ہے

جسکا ہر دانہ آب و تاب میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتا ہے۔ مثلاً:-

"حقیقتِ زندگی" اور "بارش کی حقیقت"

اس کے علاوہ جابجا نئی اور خوبصورت تشبیہیں خود بخود پڑھنے والے کا دامن توجہ تھام لیتی ہیں مثلاً-

"آبشار" بڑھ رہا ہی دشت میں اس شان سی مستانہ وار ٭ جسطرح کوئی مسافر بےخبر منزل سے ہو
اونچی اونچی چوٹیوں پر جب پگھل جاتی ہے برف ٭ اور جب پڑتی ہیں اُس پر آکے کرنیں متصل
اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بجلیاں ٭ کوندتی ہیں پردہ ہائے شب میں ملکر یکبار

"عہدِ طفلی" میں تقاطر کو سمجھتا تھا کہ جھولا ہے مرا ٭ ایک بےپایاں مسرت تھی صدائے ابر میں

"بیوہ اور برسات" ہی یہ جنازہ شباب یا کہ مرا پلنگ ہے ٭ آہ تمھیں خبر نہیں جانیے کوئی تنگ ہے

"گنگا اشنان" غیر ممکن ہے کہ دل میں روشنی پیدا نہو ٭ بلبلے پانی کے ہیں یا نسائیں وحدت کی شمع
سادھوؤں کے واسطے پیش ہے موج نکار اگ ٭ ہاتھ میں لیکر کھڑے ہیں یا جنت کی شمع

"کلی" عرصہ گہ شگفتگی زندہ کن بہار ہے ٭ کیا تری مٹھیوں میں بند جنت خوشگوار ہے

"سکوتِ شام" موج اک ظلمت کی ہی دریائے مغرب سے رواں ٭ اٹھ گیا ہی وادیوں سے دھوپ کا بار گراں
داغ ہے لالہ کے دل پر یا ہی بھونرا اسکے پاس ٭ یاسمن ہے درد کے عالم میں ہم پہلوئے یاس

"شفق" تونے کھولا میکدہ اہل فلک کے واسطے ٭ مست انکو کر دیا اپنی شراب سرخ سے
جی میں آتا ہے کہ میں کہہ دوں تجھے رنگ شباب ٭ دلنشیں تجھکو بتادوں یا کوئی ہستی کا خواب
یا کہ دوشیزہ ہے اک مست مے حسن بہار ٭ سرخ آنچل جسکا اڑتا ہے فضا میں بار بار
یا تبسم ہے کسی کے چہرۂ زیبا کا تو ٭ یا کہ نقش اولیں ہے حسن بے پروا کا تو

"شفق شام" چرخ پہ وہ کوندی بجلی سی حسن کی رونق عام ہوئی ٭ ہلکی اسکے لب رنگیں کی سرخی جلوہ فروز شام ہوئی

شرق کے عارض کا غازہ ہے رنگ حنائے گردن بھی ؛ حسن کی تیرے سب گلکاری دہر میں طشت از بام ہوئی

"نمودِ سحر"

ڈوبتے تاروں کا چشمہ نہیں وہ دلکش انعکاس ؛ گویا محفل پر ستاری جڑ دیئے ہیں پاس پاس

آسمان کو صبح کی سرخی نے رنگین کر دیا ؛ یا مطلا ہو گئی ہے دہر کی ساری فضا

"میں کون ہوں"

چاندنی رات مری روح کا گہوارہ ہے ؛ سیر گلگشت مجھے خلد کا نظارہ ہے

حسن بین ہیں مری آنکھیں تو نظر ہے گلچین ؛ شبنم گل کا جو قطرہ ہے وہ سیارہ ہے

درس توحید کا کثرت میں طلبگار ہوں میں ؛ دفتر عالم امکان مجھے سیپارہ ہے

رشتۂ فکر حقیقت میں ہوں اک تار مجاز ؛ عبد و معبود کے اسرار بتاتا ہوں میں

"شاعر"

قطرۂ شبنم ہے گویا اک کتاب زندگی ؛ دیکھتا ہے جسکو تو پڑھ پڑھ کے خواب زندگی

یہ تمام نظمیں یاس و حرمان، درد و اندوہ اور مجبوری و بیکسی کی دردناک تصویریں ہیں خصوصاً "بیوہ اور برسات" ایک بے پناہ چیز ہے، ہر شعر پہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک الماس کا نشتر ہے جو دل و جگر کے ٹکڑے کئے دیتا ہے، آخر تک پہونچنا دشوار ہو جاتا ہے، کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت کم ایسے دل ہوں گے جو اس نظم کو پڑھ کر بیتاب نہ ہو جائیں، ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ جب پڑھتا ہوں جی بھر آتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اشعار نہیں کسی ستم رسیدہ و بیکس کی چیخیں ہیں جو دل کے پار ہوئی جاتی ہیں :-

تمام شد

فہرست مضامین

منظومات

نغمۂ وحدت

ہر شے سے تو ہی ظاہر اے پردہ پوشِ وحدت!
پھولوں میں رنگ تو ہے رنگیں ہے تجھ سے فطرت

حسنِ سیہ دیا ہی لیلائے شب کو تو نے
چمکا دیا جمالِ زیبائے شب کو تو نے

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

سورج کی طلعتوں میں تیرا جلال پنہاں
روئے قمر میں تیرا حسن کمال پنہاں

قدرت ہے تیری ظاہر اشجار کے نمو سے
ظاہر ہے حسن عریاں پھولوں کے رنگ و بو سے

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

نورِ جمال تیرا رنگِ شفق سے پیدا
ذکرِ جمیل تیرا ہر ہر ورق سے پیدا

قدرت کی تیری شاہد صحرا کی وسعتیں ہیں
عظمت پہ تیری نازاں ہستی کی رفعتیں ہیں

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

تو نے صدف کے اندر پیدا کیا گہر کو
اوج فلک سے اونچا پہونچا دیا بشر کو

بلبل کے دل کو تو نے سوز و گداز بخشا
کوئل کو درد دیکر نغموں کا ساز بخشا

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

گلشن کا ذرہ ذرہ حکمت پہ تیری شاہد
صوفی اگر ہے بیخود، ہے سجدہ ریز عابد

غنچوں کی مسکراہٹ دنیائے راز تیری
پھولوں کی خود نمائی حیرت طراز تیری

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

تاروں کی دلکشی میں رنگینیٔ سحر میں
جنگل کی ہیبتوں میں وادی کے شور و شر میں

تیرے نشاں ہیں مضمر اے تاجدارِ وحدت!
کب تک چھپی رہیگی پردے میں تیری صورت

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

دیر و حرم میں کیا ہے؟ تیرا ہی ایک جلوا
بیکار ہے یہ جھگڑا شیخ اور برہمن کا

تیری صدا ہے پنہاں ناقوس کی فغاں میں
عظمت ہے تیری مضمر آوازۂ اذاں میں

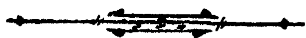
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

فاراں کی چوٹیوں پر تو ہی تو جلوہ گر تھا
دامن میں طور کے بھی تیرا ہی اک شرر تھا

لیلیٰ کے رُخ کو تو نے پُر نور کر دیا تھا
مجنوں کے دل کو غم سے معمور کر دیا تھا

وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے

ثاقب نے تجھکو اپنے تاریک دل میں پایا سر کو جھکا کے تیری وحدت کا گیت گایا
عرفاں نے تیرے اسکو بیخود بنا دیا ہے تو کس لئے پھر اپنی صورت چھپا رہا ہے
وہ کون ہے جو تجھکو پہچانتا نہیں ہے



میں کون ہوں؟

نغمۂ حُسن ہی میرے لئے اک پردۂ ساز
میری فطرت میں ہے پوشیدہ عجب عالم راز

کبھی بلبل کے رُلانے کو ہوں اک نالۂ غم
کبھی غنچے کے ہنسانے کو ہوں دلکش آواز

بزمِ گیتی مری نظروں میں ہے فانی پیکر
منظرِ کون و مکاں ہے مجھے خلوت گہِ ساز

میں نفوسِ بشری میں ہوں طرب کا ساماں
دہر کے پردۂ اجسام میں ہوں سحر طراز

چمنِ عقل میں گلکارِ تصرف ہوں میں
روح کا جذبہ ہے میرے لئے گلدستۂ ناز

پھیر دوں پھول کا رُخ زمزمہ پیرائی سے
کاش بلبل نہ بتائے مجھے زخمہ انداز

ہوں زمانے کیلئے عبرتِ پیہم کا سبق
ورقِ عالمِ ایجاد پہ ہوں نقش طراز

مری تقریر نے غفلت میں خلل ڈالا ہے
مری تخئیل نے حکمت کو بدل ڈالا ہے

چاندنی رات مری رُوح کا گہوارا ہے
سیرِ گلگشت مجھے خلد کا نظّارا ہے

دامن نور سے چھن چھن کے جو ہوں جلوہ فگن
اُن شعاعوں کا ذخیرہ دِل صد پارا ہے

کرۂ ارض پہ ہے شاہدِ گلشن کی بہار
آسمانوں پہ مرا نقشِ قدم تارا ہے

حسن بیں ہیں مری آنکھیں، تو نظر ہی گلچیں
شبنمِ گل کا جو قطرہ ہے وہ سیارا ہے

درسِ توحید کا کثرت میں طلبگار ہوں میں
دفترِ عالمِ امکاں مجھے سیپارا ہے

مری تاریخ نے دونوں کو کیا ہے نادم
یہ بجا ہے کہ سکندر رہے نہ اب دارا ہے

درد کا راز اشاروں سے بتاتا ہوں میں
ندیاں گریۂ خونیں کی بہاتا ہوں میں

جگمگاتے ہوئے تاروں کا تبسم کیا ہے
خوش مقالی ہو تو غنچوں کا تکلم کیا ہے

چھیڑ دوں راگ محبت کا تو بھڑکاؤں آگ
پیشِ گل باغ میں بلبل کا ترنم کیا ہے

شوق کے رنگ میں ڈوبی ہے روانی میری
اس کے آگے گہر افشانیٔ قلزم کیا ہے

اک تماشائے تحیر ہے تماشائے حیات
لمحۂ خواب ہے ہستی کا توہم کیا ہے

غور سے دیکھ تو آئینِ قلمرو ئے جہاں
عدل کیا چیز ہے اور شانِ ترحم کیا ہے

مری ہستی کے ہیولے سے ہے آغازِ ازل
محفلِ دہر میں ہشیار کا تقدم کیا ہے

خامشی میری دکھاتی ہے بیاں کے جوہر
ناطقۂ انجمن آرائے تکلم کیا ہے

جلوۂ نورِ سخن سے مری دنیا روشن
خندۂ صبح کا یہ رنگِ تبسم کیا ہے

مری تشبیہ میں جذبات کی آرائش ہے
استعاروں میں نئے رنگ کی زیبائش ہے

مرے نغمے ہیں جدا باغ میں یکتا ہوں میں
ہمصفیروں کیلئے ایک تماشا ہوں میں

تجزیہ میرے تخیل کا حریفوں کو محال
یعنی دانندۂ ماہیتِ اشیاء ہوں میں

ہم سخن کیا ہیں جہاں پر نہ ہوا کا ہو گزر
پھول اُس گلشنِ اسرار سے چنتا ہوں میں

رشتۂ فکر حقیقت میں ہوں اک تارِ مجاز
عبد و معبود کے اسرار بتاتا ہوں میں

شمعِ وحدت کی ہے تفسیر کلام روشن
غیر محدود تجلی کا کرشما ہوں میں

خود بتا دیگی مجھے بزمِ سخن میں تمئیز
کہ مرا درجہ ہے کیا؟ کون ہوں میں کیا ہوں میں؟

میں وہ ہوں زخم زباں مٹ کے ابھرتا ہوں
دلِ دشمن میں تپکتا ہوا چھالا ہوں میں

موشگافی مری کیوں خار نہ گزرے انکو
چشم بدبین حسوداں میں کھٹکتا ہوں میں

میر و غالب سے ہے حاصل مجھے فیضِ روحی
الغرض رہبر اُردوے معلّا ہوں میں

مطمئن ہوں کہ مرا حسنِ خیال اچھا ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اندازِ مقال اچھا ہے

شاعر

ساری دنیا سو رہی ہے اور تو بیدار ہے — دور ہے راحت سے اور لذت کشِ آزار ہے

لے رہا ہے ذرّے ذرّے سے تو عبرت کا سبق — یعنی ہر ہر گام پر ہوتا ہے سینہ تیرا شق

تیری نظریں دیکھتی ہیں انتہا آغاز میں، — محو ہو جاتا ہے جب تو انکشافِ راز میں

ظاہری رنج والم سے دل ترا بیگانہ ہے — انکشافِ رازِ یزدانی کا تو دیوانہ ہے

مضطرب ہوتی ہے تیری روح لہریں دیکھکر — تو سمجھتا ہے اُنہیں سے کیا ہے انجامِ بشر

تو کبھی کرتا ہے تاروں سے خطابِ پُر ملال — کسقدر وسعت نما ہے تیری دنیائے خیال

دیکھکر پھولوں کو روتا ہے کبھی تو زار زار — وجد میں کرتا ہے اپنا ہی گریباں تار تار

قطرۂ شبنم ہیں گویا اک کتابِ زندگی — دیکھتا ہے جسکو تو پڑھ پڑھ کے خوابِ زندگی

تو ہے عکّاسِ ازل، فطرت میں تیری درد ہے — گو بظاہر خوش ہے لیکن لب پر آہِ سرد ہے

تو خزاں میں دیکھتا ہے موسمِ گل کی بہار — ثبت کرتا ہے در و دیوار پر نقش و نگار

تو نے فطرت کے سبق کو پھر سے دُہرایا یہاں — آشکارا کردئے جو راز تھے ابتک نہاں

تیرا دل گنجینۂ انوار سے معمور ہے ۔۔۔ تیری نظروں میں ہر اک ذرہ سراپا طور ہے

فطرتِ خوابیدہ کو بیدار کر دیتا ہے تو ۔۔۔ زندگی سے عیش کی بیزار کر دیتا ہی تو

مست ہو جاتا ہے تو ابرِ سیہ کو دیکھکر ۔۔۔ چشمکوں سے برق کی لیتا ہے تو کیا کیا اثر

تو بناتا ہے کبھی اسطرح کے نقش و نگار ۔۔۔ جن سے ہو جاتی ہے فطرت کی تجلی آشکار

اے کہ تیری ذات سے ہی رونقِ بزمِ جہاں ۔۔۔ اے کہ ہستی ہے تری سرمایہ دارِ کن فکاں

اے کہ تو ہی بخشتا ہی مردہ قوموں کو حیات ۔۔۔ اے کہ تیری ذات سے قائم ہے نظمِ کائنات

اے کہ تیری ذات ہے سرمایہ دارِ رنج و غم ۔۔۔ اے کہ تو نے کر دیے رازِ حقیقت مرتسم

اے کہ تیری ذات سے ہے رونقِ بزمِ شہود ۔۔۔ اے کہ تیرے رنگ سے ہر شے میں ہے رنگِ نمود

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا یہ جہانِ رنگ و بو ۔۔۔ تو نہ ہوتا تو نہ ہوتی حسن کی کچھ آبرو

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتے منکشف رازِ حیات

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا نقشِ فانی کو ثبات

محبّت

اے کشورِ دل، روحِ رواں، جانِ تمنّا
جلوہ ہے ترا دیدۂ خونناب فشاں میں

ہر داغِ مصیبت ہے چراغِ شبِ امکاں
ہر زخم ہے گلدستۂ نو بزمِ جہاں میں

تو نور کی دنیا میں ہے سیّارۂ روشن
تو حسن و جوانی کی نمائش میں ہے رنگیں

تو ہے حکما کے لئے گنجینۂ تحقیق
تو ہے شعرا کے لئے گلزارِ مضامیں

وہ ساز جو ہے مطربِ گلشن کی نوا میں
وہ راگ جو غنچوں کیلئے خوشخبری ہے

چھیڑا ہے اسی کو نئے انداز سے تو نے
وہ زمزمہ جو شعلۂ آوازِ پری ہے

طوطی کیلئے جوہرِ آئینہ ہیں ذرّے
بلبل کیلئے نغمہ بھی الہام ہے تیرا

پروانۂ جاں سوختہ پر شمع ہی گریاں
بہتر کہیں آغاز سے انجام ہے تیرا

تو وہ ہے کہ اقوام ہیں اک جان دو قالب
تو وہ ہے کہ آزادیِ مشرق کا ہے پیغام

تو وہ ہے کہ ہے روحِ تمدن کا مرقع
تو ہی ہے ترقی کی ستائش کا بھی انعام

بجلی کی طرح تجھ سے رواں خون رگوں میں
تو نے دلِ خوابیدہ کو بیدار کیا ہے

قربانئ ملت کے سبق وردِ زباں ہیں — اعدا کے مقابل ہمیں تیّار کیا ہے

اُس راہ میں تابش ہے ترے نقشِ قدم کی — لغزش ہو جہاں عقل کو ہو فلسفہ حیراں

پارینہ روایات نئے سر سے ہوں زندہ — ہو سعیِ عمل گرمیِ ہنگامۂ انساں

ہر شئے متحرک ہے بقا ہے تری ہستی — کاشانہ وہ روشن ہے جہاں شاہدِ دیں ہیں

مٹ کر بھی میسّر ہے اُنھیں لذتِ جاوید — پابندِ غلامی نہیں آزاد ہیں روحیں

حسن

حسن کی گہرائیوں میں غرق ہے یہ کائنات
یعنی ہر شے کر رہی ہے حسن سے کسبِ حیات

بنگیا ہے دہر میں جذبات کا آئینہ یہ
روح کی تسکین ہے اور عشق کا گنجینہ یہ

آبشاروں میں اسی نے بھر دیا جوشِ نشاط
محفلِ ہستی کو حاصل ہے اسی سے انبساط

طائروں کی نغمہ سنجی میں اُسی کا راز ہے
اُسکے فیضِ جذب سے خالی نہیں ہے کوئی شے

سبزہ زاروں میں اُسی نے پھونکدی روحِ حیات
اور اسی نے ملت و مذہب کو بخشا ہے ثبات

برق بنکر جلوہ گر ہوتا ہے یہ افلاک پر
نور بنکر یہ برستا ہے دلِ غمناک پر

یہ کبھی بنجاتا ہے پھولوں میں جاکر تازگی
اور پروانوں کو دیتا ہے فریبِ زندگی

یہ دلِ ثاقب میں آکر بنگیا آزارِ عشق
اِس نے ہستی کی فضا کو کر دیا سرشارِ عشق

عشق

بھر دیا اے عشق تو نے دل میں جوشِ انبساط — بن گیا حسنِ ترقی میرا رنگِ انحطاط

کر دیا آزاد کیسا فکرِ فردا سے مجھے — اب نہ دنیا سے نہ مطلب اہلِ دنیا سے مجھے

مستتر ہے تیرے غم میں زندگی میرے لئے — مشکلیں تیری ہیں سب وجہ خوشی میرے لئے

اے جنونِ عشق تو ہی ہے حقیقت کا نشاں — تو نے ظاہر کر دیے مذہب کے اسرارِ نہاں

عشق ہی تھا کوہِ فاراں پر ہوا جو جلوہ گر — ہو نہیں سکتا جہاں تک چشمِ بینا کا گزر

عشق ہی ہے نطق میں جو بن گیا حسنِ بیاں — عشق ہی ہے بزمِ ہستی کیلئے روحِ رواں

عشق ہی سے سازِ ہستی میں ہیں نغماتِ حیات — عشق ہی ہے جس سے قائم ہے یہ نظمِ کائنات

عشق ہی ہے بلبلوں کے نغمۂ جانسوز میں — عشق ہی ہے قمریوں کے نالۂ دل دوز میں

عشق ہی تھا جس نے شیریں کو کیا برباد حال — عشق ہی مجنوں کے دل میں بن گیا رنج و ملال

عشق ہی سے چاند کا دل ہو گیا ہے داغدار — عشق ہی نے کر دیا فرہاد کا سینہ فگار

عشق ہی نے روحِ ثاقب کو دیا سوز و گداز — عشق ہی نے کر دیا دنیا سے اسکو بے نیاز

امیدؔ

بلبِ مضطر اے نویدِ جانفزا — غم کی راتوں میں سناتی ہے تو نغمے دلنواز

ہے آکر یاس کا رنگِ جمود — تو گھٹا دیتی ہے بیتابی کی شبہائے دراز

سانس سے پیدا ہے سامانِ نشاط — تیرے نغموں نے دیا ثاقب کو پیغامِ عمل

ے سے عیاں ہے روح کی اک تازگی — تیرے سازِ نطق میں پنہاں ہے الہامِ عمل

کے لئے سرمایۂ صبر و سکوں — تو سُلا دیتی ہے اُسکو بیکسی کی رات میں

ں کو دیتی ہے اک تازہ حیات — کون سا جلوہ ہے اے "امید" تیری ذات میں

منزلِ غربت میں جو درماندہ ہیں — یاس نے جنکے دلوں کو کر دیا ہے پاش پاش،

"امید" ہے تنہا جو انکی ہے رفیق — کہہ رہی ہے تم بڑھاؤ حوصلوں کو اپنے کاش

ق کو آکر دیتی ہے درسِ سکوں — تجھ سے گھٹ جاتی ہیں شامِ ہجر کی بیتابیاں

بش میں ہے تاثیرِ انفاسِ لطیف — عینِ راحت تجھ سے اکثر ہوگئیں بیخوابیاں

باقی ہے بیمارِ غم کی زندگی — کھینچ دیتی ہے نظر کے سامنے تصویرِ عیش

تو شکستہ دل کو دیتی ہے تسلّی خوشگوار   تو بتا دیتی ہے مفلس کو کبھی تدبیرِ عیش

اُمیّد

وہ بچہ راج دلارا ہے جو ماں کی آنکھ کا تارا ہے
قدرت نے اسکو نکھارا ہے فطرت نے اسکو سنوارا ہے

وہ گود میں پل کر بڑھتا ہے، یا اک سانچے میں ڈھلتا ہے
کس پیار سے ماں کو تکتا ہے جب گھٹنوں کے بل چلتا ہے

ہے باپ کا دل اس پر صدقے سو جان سے ماں اس پر واری
رہ رہ کے یہ آس لگاتے ہیں کب مکتب کی ہو تیاری

اُمید ہے یہ گھر والوں کو جس دم یہ جواں ہو جائے گا
کنبے میں عزت پائے گا ہر بگڑی کو یہ بنائے گا

وہ بیکس قابل عبرت ہے جو رنج اٹھائے غربت میں
ہو پیچھے قافلے والوں سے اور بھٹکے راہ مصیبت میں

رفتار بتاتی ہے اسکی اُمید سے تسکیں پائیگا،
وہ شام کے ہوتے منزل پر گر پڑ کے پہونچ ہی جائیگا

گمراہ نہ ہوں بھولے بھٹکے امید شعاعِ ماہ بنے
ہمت سے کانٹا پھول بنے ہر ذرہ چراغ راہ بنے

امید سے ہیں زندہ ارماں اُمید سے دنیا قایم ہے
امید کی رنگا رنگی سے گلشن کا سراپا قایم ہے

اُمید ہے ایسی پھلواری جسمیں نہ گزر ہو صرصر کا
اُمید ہے اک ایسا دریا جسمیں ہے خزانہ گوہر کا

شمع

ضبط پر قدرت ہے تجھکو یہ کہ تو خاموش ہے
تیرے سینے میں اگرچہ یاس و غم کا جوش ہے

تیرے اشکوں سے ہے ظاہر رنجِ بیتابی کا حال
بزم میں جلنا ہی تیری زندگی کا ہے مآل

تیری دھیمی روشنی میں ہے نہاں الفت کا راز
تیری ہر ہر سانس ہے افسانۂ سوز و گداز

تیرا جلنا درس ہے اہلِ بصیرت کے لئے
شمع تو "شمعِ ہدایت" ہے محبت کے لئے

صبر کی محفل میں اک تو ہی ہے لذت آشنا
ضبطِ رازِ عشق میں ہو جاتی ہے خود ہی فنا

تو نہ ہوتی، تو نہ ہوتی بزمِ عشرت میں ضیا
تو نہ ہوتی، تو نہ ہوتا منکشف رازِ فنا

تیری ہی ممنون ہیں شاہ و گدا کی محفلیں
ہیں تجھی سے پُر ضیا شامِ الم کی منزلیں

تو نہ ہوتی، تو نہ ہوتی خانۂ عشرت میں دھوم
تیرے ہی دم سے تو ہے کاشانۂ غربت میں دھوم

بیکسوں کی قبر پر روتی ہے رات ان کو تو ہی
آنے والا جنکی قبروں پر نہیں ہے کوئی بھی

سچ بتا اے شمع کس کے ہجر میں روتی ہے تو
کس کے غم میں آنسوؤں سے اپنا منہ دھوتی ہے تو

کیا تجھے بھی ہے کسی کی کم نگاہی کا گلا
کیا تری ہستی بھی ہے یاس و الم میں مبتلا

ضبط کرتی ہے جسے تو کون ساوہ راز ہے
کس طلسم راز کی اے شمع تو دمساز ہے

پروانہ

آہ اے عشقِ مجسم تو سراپا سوز ہے
تیری آہِ نارسا بھی کسقدر دلدوز ہے

تیری ہر جنبش میں ہے اک رازِ سربستہ نہاں
تیری ہر حرکت سے ہے اک جوشِ بے پایاں عیاں

روح میں تیری تڑپ ہے دل میں ہے ذوقِ فنا
یعنی مرجانا ترے مذہب میں ہے اصلِ بقا

خارزارِ عشق میں اک رہروِ کامل ہے تو
اپنی منزل کے سوا ہر چیز سے غافل ہے تو

اہلِ دنیا کیلئے ہستی تری اک درس ہو
سوز سے خالی نہیں ہوتی ہے تیری کوئی لے

موت ہی کو تو سمجھتا ہے حیاتِ جاوداں
کفر ہے تیرے لئے بے فائدہ آہ و فغاں

خود بخود بیتاب ہو جاتا ہے شعلہ دیکھکر
خود جلا لیتا ہے اپنے ہاتھ سے قلب و جگر

دیکھتے ہی شمع کو ہو جاتا ہے تو بیقرار
گھومنے لگتا ہے اُسکے گرد تو پروانہ وار

جل کے مرجاتا ہے تو اور آہ تک کرتا نہیں
یعنی اپنے دل کی نالہ میں بھی تو سنتا نہیں

کیا تری ہستی مرکب ہے گدازِ عشق سے
دل ترا معمور ہے کیا سوز و سازِ عشق سے

سچ بتا کس نے دیا ہے تجکو یہ درسِ فنا
ہیچ ہے نظروں میں تیری کسلئے تیری بقا

آہ مرے دل میں کہ یہ بھی جلوہ زارِ عشق ہے
اسکی ہر دھڑکن بھی اک سرمایہ دارِ عشق ہے

ہاں مگر دل میں ترے اک انتہائی درد ہے
شعلۂ مضطر مجسّم تیری آہِ سرد ہے

دل ترا بیگانہ ہے اندیشہائے مرگ سے
کھیل جانا جان پر اک کھیل ہے تیرے لئے

کاش ملجائے مرے دلکو ترا سوز و گداز
اور یوں بنجاؤں میں بھی محرمِ راز و نیاز

نمودِ سحر

اے نمودِ صبح اے رنگینیِ دورِ حیات
تیری لطف انگیز تزئین غرق ہے یہ کائنات

تو نے آکر بھر دیا پھولوں میں حسنِ تازگی
تو نے ہر غنچے میں اک روحِ تبسم پھونکدی

تو نے ہر ذرّے کو رشکِ مہرِ تاباں کردیا
یعنی حسنِ شاہدِ فطرت کو عریاں کردیا

منتشر ہے سارے عالم میں ہوائے مشکبار
صرف گلشن ہی نہیں آئینہ ہے ہر کوہسار

اے نمودِ صبح تجھ سے ہے بہارِ کائنات
حسنِ فطرت کو ہے تیری وجہ سے حاصل ثبات

وہ ستاروں کا تبسم اور وہ حسنِ انتشار
وہ نسیم صبح کا تھم تھم کے چلنا بار بار

وہ طیورِ صبح خوانکی زمزمہ پردازیاں
سبزۂ خوابیدہ کی وہ بار بار انگڑائیاں

چاندنی میں جھومنا سبزے کا وہ مستانہ وار
کیف پرور کسقدر ہیں یہ اداہائے بہار

وہ ہوائے سرد، وہ جنگل، وہ رنگینی تری
کوہساروں کی ہوا ہے برف میں ڈوبی ہوئی

ڈوبتے تاروں کا چشموں میں وہ دلکش انعکاس
گویا مخمل پر ستارے جڑدئے ہیں پاس پاس

آسماں کو صبح کی سرخی نے رنگیں کردیا
یا مطلا ہوگئی ہے دہر کی ساری فضا

وہ ترنم ریز نغمے وہ وفورِ بیخودی　　اور وہ طاری ہر اک دل پر سرورِ بیخودی

ایک ترانہ بنگئی ہے باغ کی ساری فضا
طائروں کی نغمہ پیرائی ہے کیسی دلربا



شفقِ شام

چرخ پر وہ کوندی بجلی سی حُسن کی رونق عام ہوئی — کس کے لبِ رنگیں کی سرخی جلوہ فروزِ شام ہوئی

شرق کے عارض کا غازہ ہے رنگِ حنائے گردوں بھی — حسن کی تیرے سب گل کاری دہر میں طشت از بام ہوئی

تیغ کے گھاٹ اُتری ہے دُنیا دیکھ کے شوخی چتونکی — عُنابی ہونٹوں کی سرخی مفت میں کیوں بدنام ہوئی

مغرب سے اٹھی تاریکی ہوش اُڑائے وادی کے — چھٹکے ہوئے تارونکے آگے مشعلِ مہر تمام ہوئی

دل کانپے شیرونکی گرج سے جھاڑی میں پھر شور ہوا — روزِ قیامت کی پیدا دنیا میں گویا شام ہوئی

تیرے غضب آلودہ رخ نے آفت ڈھائی سورج پر — تیرے ہونٹونکی اک جنبش خفت کا پیغام ہوئی

شوخ ادائیں اہلِ نظر کو درسِ عبرت دیتی ہیں
آنکھ جھپکتے ہستیٔ دُنیا دم کے دم میں تمام ہوئی

سکوتِ شام

اے سکوتِ شام تو ہے پردۂ حسنِ شہود
تیری دھیمی روشنی میں ہے اُداسی کی نمود

تو ہے مشّاطہ برنگِ زلفِ قدرت شکبار
سانولے پن سے بنی ہیں گھاٹیاں تاریک و تار

موج اک ظلمت کی ہے دریائے مغرب سے رواں
اُٹھ گیا ہے وادیوں سے دھوپ کا بارِ گراں

اسطرح چلتی ہے تھم تھم کر پہاڑوں کی ہوا
کان سُن سکتے نہیں صحرا میں آہٹ کی صدا

داغ ہے لالہ کے دل پر یا ہے "بھونرا" اسکے پاس
یاسمن ہے درد کے عالم میں ہم پہلوئے یاس

مُہر ہے اسکے لبوں پر چال ہے غنچوں کا قال
آبشاروں میں ہو ٹپ ٹپ کی صدا یہ کیا مجال

ہے سمندر چپ کہ نغمہ سنج ہو سکتا نہیں
چشمِ نم سے عہدِ رفتہ کو وہ رو سکتا نہیں

حسرتیں لیلیٰ وشوں کی پردۂ محمل میں ہیں
گرد آلودہ ہزاروں قافلے منزل میں ہیں

ہے نگاہ شوق کو بامِ شفق کی جستجو
آسماں کا جام ہے لبریز خونِ آرزو

شمع لیکر ذرۂ صحرا ہے بزمِ راز میں
روزِ روشن کا گزر ہے خوابگاہِ ناز میں

تیرگیٔ چرخ کا رُخ ہے زمانے کیطرف
اُڑ کے پہونچے ہیں پرندے آشیانے کیطرف

دہر والوں کو طلسمِ دلربائی ہے سکوت　　کعبہ میں دودِ چراغ رہنمائی ہے سکوت
ہے وہ سناٹا کہ دورِ جامِ غفلت ہے حیات　　عالمِ خاموش کا منظر ہے ساری کائنات

ہو تغیر اور گردش، ہے یہ قدرت کا نظام
دن کا نظّارہ ہو رخصت ہو گوارا غم ہو شام



شفق

اے شفق اے زیورِ آرائشِ چرخِ بریں
تجھ میں وہ شوخی ہے جو خونِ شہیداں میں نہیں

تیری ہر ہر موج میں ہے لالۂ احمر کا رنگ
عقلِ انسانی ہے جسکو دیکھکر حیرت سے دنگ

تو نے کھولا میکدہ اہلِ فلک کیواسطے
مست اُن کو کر دیا اپنی شرابِ سرخ سے

تیرا یہ رنگین منظر اک طلسمِ خواب ہے
تیری یہ شوخی ہے یا اک موجۂ بیتاب ہے

سچ بتا دے کون ہے جسکا ہے تجھ میں انعکاس
اے شفق کرتی ہے کس کے نور سے تو اقتباس

ہے کسی شاعر کا خونِ دل ترے رخسار پر
ایک دھیمی روشنی ہے ہر در و دیوار پر

دہر کی ہر شے ترے پرتو سے رنگیں ہو گئی
شورشِ ہستی ترے دامن میں آ کر سو گئی

جی میں آتا ہے کہ میں کہہ دوں تجھے رنگِ شباب
دلنشیں تجھکو بتا دوں یا کوئی ہستی کا خواب

یا کہ دوشیزہ ہے اک مستِ مئے حسنِ بہار
سرخ آنچل جسکا اُڑتا ہے فضا میں بار بار

یا تبسم ہے کسی کے چہرۂ زیبا کا تو
یا کہ نقشِ اولیں ہے حسنِ بے پروا کا تو

تیری سرخی میں نہاں ہے کچھ شرابِ زندگی
تیری تہ میں غرق ہے موجِ شبابِ زندگی

کاش تو ثاقب کو بھی اپنا بنا لے رازدار
جستجوئے راز میں مدت سے ہے وہ بیقرار

کلی

جلوۂ صد نشاط ہے دائرۂ فضائے شب
خندہ زنی کی ہے تلاش تجھکو پسِ ردائے شب

رنگِ سکوتِ خامشی غازۂ نوبہار ہے
دیدۂ نیم خواب کو صبح کا انتظار ہے

چاند کی ہے مجال کیا پردۂ رُخ اٹھا سکے
برگ پہ ہو کرن کرن پھر بھی نہ تجھکو پا سکے

زیرِ نقاب ہیں ابھی تیری شگوفہ کاریاں
لوٹ رہی ہیں زیرِ شاخ برق کی شعلہ باریاں

لمحۂ پُرسکوں میں ہے دور تری حیات کا
کہتے ہیں جسکو پنکھڑی پردہ ہے کائنات کا

صبح کا راگ کیا سُنا نیند اُچٹ کے رہ گئی
برگ سمٹ کے رہ گئے شرم لپٹ کے رہ گئی

مرغِ سحر کی لوریاں، بار ہیں گوش کیلئے
بادِ صبا کی بیخودی، قہر ہے جوش کیلئے

شاخ کی سبز پتیاں، تیری بلائیں لے چلیں
کونپلیں پھوٹ پھوٹ کر تجھکو دعائیں دے چلیں

دیدۂ پُرحجاب پر صدقے ہے پاکدامنی
چھو نہ سکی ترا بدن صبحِ ازل کی روشنی

عطرِ عروس میں بسیں نور کی جلوہ ریزیاں
آبِ گہر ہے اوس میں یا ہے یہ شرابِ ارغواں

عرصہ گہِ شگفتگی زندہ کنِ بہار ہے
کیا تری مٹھیوں میں بند صحتِ خوشگوار ہے

پھُول

اے گلِ تازہ نو بہارِ ازل ۔ دہر میں تو ہے یادگارِ ازل
تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر ۔ جان و دل سے فدا ہیں شمس و قمر
تیری تہ میں شراب کی ہے موج ۔ تاجِ خاور سے بڑھکے تیرا اوج
غم نصیبوں کے دل کا داغ ہے تو ۔ وادیوں کیلئے چراغ ہے تو
ہے زمانے کو آرزو تیری ۔ کرۂ باد میں ہے بو تیری
فلسفی خوش ہیں رنگ سے تیرے ۔ جانچتے ہیں ہر ایک پہلو سے

رنگ ہے خوشنما نگاہوں میں
تیری شہرت ہے جلوہ گاہوں میں

فوارہ

آہ فوارے ترے دل میں ہے کتنا اضطراب
ہر گھڑی ہے زندگی تیری رہین انقلاب

کسقدر ہے دل میں تیرے التہاب و انشقاق
کیا تجھے بھی ہے کسی سے شکوۂ رنجِ فراق

ہے تری ہستی بھی کیا اندوہ کی سرمایہ دار
کیا ترا دل بھی وفورِ رنج سے ہے بیقرار

کیا تجھے بھی انتظارِ آمدِ محبوب ہے
کیوں پریشاں اسقدر ہے کیا تجھے مطلوب ہے

اُف ترے موتی سے آنسو جا رہے ہیں رائگاں
ہاں مگر تجکو محبت میں خیال اسکا کہاں

ہاں مگر پنہاں ہے ان اشکوں میں اک رازِ حیات
دے رہا ہے تو رگِ پودوں کو تو اپنے ثبات

کاش لیتے تجھ سے یہ انسان بھی درسِ عمل
پھر دماغوں میں نہ رہتا اسقدر انکے خلل

چاند گرہن

اے ماہِ زریں پیرہن   اے خلوتِ شب کی دلھن   ظلمت کدہ ہے آشیاں   بلبل ہے مصروفِ فغاں

وہ کیا ہوئی تیری پھبن   گہنے کے بدلے ہے گہن   پھیلا ہے سنبل کا دھواں   ہے بند سوسن کی زباں

تو پیکرِ انوار تھا   آئینۂ رخسار تھا   کیوں تجھ پہ یہ حسرت چھائی ہے   یہ کس نے آفت ڈھائی ہے

عکسِ جمالِ یار تھا   قدرت کا تو اسرار تھا   رنگِ ستم آرائی ہے   گویا قیامت آئی ہے

اے زینتِ بزمِ فلک   تھی دلستاں تیری چمک   گہنا کے چہرہ زرد ہے   غازہ کہاں ہے گرد ہے

قرباں تھی چشمِ ملک   جھپکی نہ حوروں کی پلک   سب کے دلوں میں درد ہے   ہونٹوں پہ آہِ سرد ہے

اے دلربا ناز آفریں   ہاں او عروسِ سرمگیں   طائر تڑپ کر شاخ سے   گرتے ہیں تیری یاد میں

کیا لٹ گئی زینت کہیں   خالی ہے افشاں سے جبیں   سرمایۂ دودِ قفس   ہے نالہ و فریاد میں

مرغِ چمن ناشاد ہے   ہر گلکدہ برباد ہے،   خاموش ہے ستار کی لے   محفل میں ساقی ہے نہ مے

وادی کو تیری یاد ہے   چشمے ہیں اور فریاد ہے   غمناک ہے ہر ایک شے   رنگِ طرب پردے میں ہے

غائب ہے چھٹکی چاندنی   تاروں میں ہے خشک لبی   ڈالی ہے پیچ و تاب نے   گنگا کے ماتھے پر شکن

اے چاند تیرا یہ گرہن اسرار سے خالی نہیں یہ تجھ پہ کیسی آ بنی گم ہے وہ ٹھنڈی روشنی

فطرت میں روشن تھی جو شے وہ جامۂ مشکیں میں ہے
کانپ اٹھتی ہے شاخِ چمن لرزش گُلِ رنگیں میں ہے

گنگا

اے بہارِ گنگ اے بھارت نواز — تیری ہستی پر ہے اک عالم کو ناز
تیرے آئینے میں ہے عکسِ فلک — قطرے قطرے میں مسرت کی جھلک
تیرے سینے میں ہیں گوہر ہائے راز — راگ پانی کا ہے کتنا دل گداز
راگ کے پردے میں ہے شانِ حجاب — تیری موجوں سے جھلکتا ہے شباب
تیرتے ہیں پھول یوں ساحل کے پاس — تازہ داغِ دل ہوں گویا دل کے پاس
تجھ پہ سورج کی شعاعیں ہیں نثار — حُسن و خوبی کا مرقع ہے بہار
کوہ و صحرا شاد ہیں سیراب ہیں — لہلہاتی کھیتیاں شاداب ہیں
تو رواں راتوں کے سنّاٹے میں ہے — تازگی کیسی ترے نغمے میں ہے
نازنیں کرتے ہیں تیری آرزو — ہے پری زادوں کا جمگھٹ اور تو
خوش خراموں کی ہے کب یہ چال ڈھال — تیری پیشانی سے ظاہر ہے جلال
اے فضائے گنگ اے نازک ادا — غیرتِ فردوس ہے تیری فضا
تو ہے اہلِ ہند کے دم کی شریک — تو خوشی میں ساتھ ہے غم کی شریک

گنگا اشنان

اے بہارِ گنگ! اے سرمایۂ پاکیزگی!! — تیری ہستی تشنہ کاموں کیلئے میخانہ ہے
درس آموزِ فنا ہے قطرہ قطرہ آب کا — یا حبابوں کی زباں پر نعرۂ مستانہ ہے

تیرے پہلو میں ہے اک دوشیزۂ حسن و جمال — جسکی تصویرِ جوانی اک سراپا نور ہے
موج کی اٹھکھیلیوں سے چھیڑ کرتی ہے وہ آنکھ — جو ازل سے کیف آگیں ہے نشے میں چور ہے

طالبِ دیدار کا بہتا ہے دل لہروں کے ساتھ — معرفت کا ذوق پاتا ہے کنول کے پھول میں
ہر کلی کی تہ میں سامانِ لطافت دیکھکر — الحذر! یہ موج گویا ہے کنول کے پھول میں

کیوں نہ ہو ذوقِ روانی میں تلاشِ حق ہمیں — آب کی چادر میں ہو جاتے ہیں پوشیدہ گناہ
نور کا پیکر بنا دیگی لکیریں موج کی — داغِ ظلمت کو مٹا دیگی یہ آبی جلوہ گاہ

غنچۂ گل سے کنول میں روشنی پیدا نہ ہو — بلبلے پانی کے ہیں انسائیں وحدت کی شمع
سادھوؤں کے واسطے آتش پیش یہ ہو خونکار آگ — ہاتھ میں لیکر کھڑے ہیں دیوتا جنت کی شمع

تیری موجِ مضطرب ہے اور دلِ پُرجوش ہے — یعنی بیتابی میں اس کا مدعا مل جائیگا
حلقۂ گرداب میں نقشِ حقیقت دیکھکر — غنچۂ گل کیطرح دل کا کنول کھل جائیگا

پپیہا

اک سرّ معرفت ہے آوازِ "پی کہاں" کی
گو نغمۂ الم ہے ہمدم ہے مرغِ جاں کی

ننھا سا یہ پپیہا کیوں درد آشنا ہے
کیا رنگِ معرفت میں ڈوبی ہوئی صدا ہے

آزادیِ جہاں کا نغمہ ہے "پی کہاں" میں
بیداریِ ازل کا جلوہ ہے "پی کہاں" میں

پھولوں کی شوخ رنگت ہے "پی کہاں" پہ صدقے
سبزے کی یہ لطافت ہے "پی کہاں" پہ صدقے

قدرت کا لاڈلا ہے کہنے کو جانور ہے
سُر کہہ رہے ہیں اسکے یہ نغمۂ بشر ہے

کیوں ہیں لبوں پہ نالے کس کی جفا سہی ہے
کیوں اسکے دل کی راحت مٹی میں مل رہی ہے

اُٹھتی ہے ہوک دل میں اس "پی کہاں" کو سُنکر
بھڑکی ہے آگ دل میں آہ و فغاں کو سُنکر

مطلب ہے "پی کہاں" کا "پی" مُیرے پاس آجا
تجھ میں سما گیا میں، اب مجھ میں تو سما جا

بیوہ

پُر اثر ہے یہ طلسمِ آب و گِل
اک پری وش نازنیں ہے مضمحل

گردِ حسرت سے اُڑے ہیں خط و خال
غمزدہ چہرے سے ظاہر ہے ملال

اب کہاں وہ اور گھڑیاں عیش کی
ایک ویرانہ ہے اُسکی زندگی،

ہے لبِ حسرت پہ نالہ دل خراش
سامنے آنکھوں کے ہے شوہر کی لاش

روح زخمی، دل ہے پامالِ ستم
چشمِ پُرنم سے ہیں جاری اشکِ غم

یاس سے کیفیتِ غم ہے عیاں
ہر سرشکِ چشم ہے اک داستاں

دل سے لب تک پے بہ پے آتی ہے آہ
تیر بنکر دل میں چبھ جاتی ہے آہ

مرنے والے سے ہے بدتر حالِ زار
سینے میں دم گھٹ رہا ہے بار بار

رنج سے بیتاب اُسکی جان ہے
کیا کرے اس فکر میں حیران ہے

آہ وہ شوہر جو تھا گل پیرہن
نذرِ آتش ہے اُسی کا تن بدن

غور سے سن عالمِ اُلفت کا راز
اے جوانِ دلربا، اے پاکباز

شمع پر غش صورتِ پروانہ ہو　　　رازِ الفت سے نہ تو بیگانہ ہو

کوچۂ الفت میں ہے مرنے کا شوق

ہے ازل سے سوختہ جانی کا ذوق



ہلالِ عید

(ایک بیوہ کی نظر میں)

اے ہلالِ عید کیوں صورت تری غمناک ہے؟ — کس لئے زردی ہے رُخ پر کیوں گریباں چاک ہے

تیرے آنے میں ہوا کرتی تھی پہلے اک خوشی — اب کی کیا دیکھا ہے تجھکو مضطرب ہے زندگی

چہرۂ زیبا ہے ترا جانستاں میرے لئے — تیری نوکیں بن گئیں نوکِ سناں میرے لئے

آہ یہ ٹھنڈی ہوائیں کسقدر ہیں غم فزا — محشرِ غم کر دیا جس نے مرے دل میں بپا

تو ہے خواہانِ مسرت اور میں مغموم ہوں — تجھکو حاصل ارتقا ہے اور میں مظلوم ہوں

یاد ہیں مجھکو ابھی تک اپنی شبہائے نشاط — لوٹ کر قسمت نے جن میں بھر دیا تھا انبساط

خواب سی معلوم ہوتی ہیں وہ اب باتیں مجھے — کیا میسر اب نہ ہونگی آہ وہ راتیں مجھے

ہائے کیا دن تھے کہ جب تھیں آرزوئیں کامیاب — تھا کبھی آباد بھی میرا دلِ خانہ خراب

تھا کبھی میرے لئے بھی وہ عروسانہ سہاگ — ہائے وہ عہدِ تمنا اور جوانی کا وہ راگ

ہاں مگر اے موت تو نے گھر کو ویراں کر دیا — یعنی وہ شیرازۂ عشرت پریشاں کر دیا

اب نہیں مطلب دلِ غمناک کو اس عید سے
مجھکو ہوتی تھی مسرت ایک "انکی" دید سے

وہ نہیں تو عید کی ساری مسرت ہیچ ہے
غمزدہ دل کیلئے یہ عیش و عشرت ہیچ ہے

اب وہ جوشِ ترنم ہے نہ ہیں وہ ولولے
پست ہو کر رہ گئے ہیں جی کے جی میں حوصلے

اے ہلالِ عید تو ہے باعثِ رنج و الم
ہو گیا ہے تازہ تیرے دیکھنے سے دل کا غم

ہائے وہ دن اب کہاں جب تو نشاط انگیز تھا
تیرا ہر جلوہ نظر کو انبساط انگیز تھا

تیری آمد سے ہوا کرتا تھا دل کو اک نشاط
ہاں مگر اب کے نہیں تجھ میں وہ تیرا انبساط

اے ہلالِ عید میری عید کیا دیکھی نہیں
کیا مرا عہدِ گزشتہ اب نہیں ہے دلنشیں

کس لئے ہنستا ہے میری بیکسی پر بار بار
دیکھ تیری چھیڑ سے میں ہو نہ جاؤں اشکبار

دل میں ہے طوفان برپا لب پر آسکتا نہیں
کسقدر مجبورِ غم ہے آہ یہ جانِ حزیں

موت آجائے نہ دیکھوں صبح میں اس شام کی

بیوہ اور برسات

چھائی ہوئی ہے تیرگی اس پہ یہ مینھ کی ہے جھڑی
رات کٹے گی کسطرح حشر نما ہے ہر گھڑی

دیکھتی ہے سوئے فلک ہائے ترس ترس کے آنکھ
اور مجھے ڈبوئیگی آج برس برس کے آنکھ

گریۂ بے اثر مرا اپنا اثر دکھائے کیا
دل کی لگی بجھائے کیا دلکی لگی بجھائے کیا

آج یہ ابر کی گرج خوب رلائے گی مجھے
لوں گی ہزار کروٹیں نیند نہ آئے گی مجھے

سینے میں دل کباب ہے مجھ سے ہو صبر کسطرح
ایک بلا شباب ہے مجھ سے ہو جبر کسطرح

کوند رہی ہیں بجلیاں ابر کا زور شور ہے
میں ہوں کہ بیقرار ہوں تم ہو کہ خواب گور ہے

میں نے سہے ہیں دکھ یہ دکھ عمر کٹیگی یاس میں
طبع کو انتشار ہے اور خلل حواس میں

ضبط کہاں سے لاؤں میں سرد ہوا کو دیکھکر
جان پہ ہے بنی ہوئی شب کی فضا کو دیکھکر

برق کی تیغ ہے ستم سینہ فگار کیوں نہ ہو
زخم جگر ہرے ہوئے یادِ بہار کیوں نہ ہو

رات کی بات یاد ہے رات کا پیار یاد ہے
نیند بھری وہ چشم مست، اُسکا خمار یاد ہے

ہے یہ جنازۂ شباب یا کہ مرا پلنگ ہے
آہ تمھیں خبر نہیں جان سے کوئی تنگ ہے

کیا ہی وہ خوش نصیب ہیں راج ہے اور سہاگ ہے ۔ موتیوں سے بھری ہی مانگ رنگ ہے اور راگ ہی

کیا ہی وہ خوش نصیب ہیں جنکے لئے سنگار ہے ۔ آہ امراشباب حسن رنج سے ہمکنار ہی

کوک رہی ہیں کوئلیں جھوم رہی ہیں ڈالیاں ۔ پاپی پپیہا اسطرف بول رہا ہے "پی کہاں"

پی ہے کہاں بتاؤں کیا قصۂ غم سناؤں کیا ۔ موت بھی راہبر نہیں "پی" کا سراغ پاؤں کیا

اُف یہ کلیجے کی دھڑکن ہا ے یہ آہ وزاریاں ۔ خلق ہے میٹھی نیند میں مجکو ہیں بیقراریاں

جوش ہے پائمالِ غم پست ہیں جی کے حوصلے

رسم و رواج کا اثر مِٹ رہا ہے ولولے

آنسو

اے مرے آنسو کبھی بیکار ہو جاتا ہے تو اور کبھی دامن پہ بنجاتا ہے اک نقشِ وفا
تیری قیمت کچھ نہیں رہتی ہے نظروں میں کبھی اور کبھی ہو جاتا ہے گنجینہائے بے بہا

پرورش پاتا ہے تو قلبِ حزیں میں اسطرح جسطرح چشم صدف میں گوہرِ سرمایہ دار
تیرے سینے میں ہیں پنہاں رازہائے رنج و غم تو ہے پچھلی کیف پرور صحبتوں کا یادگار

تو کبھی بنجاتا ہے پھولوں میں قطرہ اوس کا اور کبھی تاریک بادل میں ستارے کی ضیا
جلوہ گر ہوتا ہے تو بجلی کے پہلو میں کبھی اور کبھی تو خود ہی بنجاتا ہے شعلہ قہر کا

دیکھکر تجھکو کبھی ہوتا ہے سینہ غم سے شق اور کبھی آنکھوں میں بنجاتا ہے تو وجہِ نشاط
ترجمانِ حالِ دل ہے غم کی خاموشی میں تو اک سمندر ہے اگر حاصل ہو تجھکو انبساط

تو ہی مظلوموں کی فریادوں کا ہے فریاد رس غم کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے دلمیں آکے تو

ختم ہو جاتی ہے کلفت تیری طغیانی کیساتھ
نغمۂ عشرت سنا دیتا ہے دلمیں آکے تو

گریۂ حسن

تو حسنِ مجسم ہے اے پیکرِ رعنائی
زیبا یہ نہیں تجھکو اندازِ شکیبائی

کیوں گریۂ پیہم ہے، کیوں سوگ کا عالم ہے
کیوں بال پریشاں ہیں، کیوں آہ یہ ماتم ہے

آنکھیں تری اے ظالم، لبریز ہیں آنسو سے
پیدا ہے پریشانی، اُلجھے ہوئے گیسو سے

کیوں سرد یہ آہیں ہیں، کیوں زرد یہ چہرا ہے
اے پیکرِ رعنائی کیا تیری تمنا ہے

بیچین ہے ہر لحظہ، بیتاب ہے ہر ساعت
ڈرتا ہوں نہ آجائے دنیا پہ کوئی آفت

آرام سے بے پروا، راحت سے ہے بیگانہ
شاید ترے سینے میں دل ہے کوئی دیوانہ

ہاں یاد مجھے ابتک وہ تیرا تبسم ہے
یعنی کہ خردمندیِ انساں کی جہاں گم ہے

ہونٹوں کی ترے جنبش تھی محشرِ رعنائی
تجھکو بھی خبر کچھ ہے اے غم کے تمنائی

یہ جوش جوانی کا، انداز یہ ماتم کا،
برہم نہ کہیں کردے شیرازہ دو عالم کا

تو جانِ تمنا ہے اس عشق کی دنیا میں
مضطر ہیں بگولے بھی تیرے لئے صحرا میں

تو حسن کے جلووں میں رنگینیٔ فطرت ہے
تو عشق کی منزل میں اک شمعِ ہدایت ہے

اس عہدِ جوانی میں انداز یہ ماتم کا، یہ ذوقِ غم اندوزی عالم یہ شبِ غم کا

ثاقب کی وفاؤں کو اب یاد نہ کر ظالم

اس حسن و ملاحت کو برباد نہ کر ظالم

اضطرابِ انتظار

شامِ الم نُما ہے شب ہے سکوت افزا　　اوڑھے ہوئے ہے گویا چادر سیاہ دُنیا
اک شمع مضمحل ہے خاموش اور تنہا　　ہر ہر نفس سے جس کے پیدا ہے ایک شعلا
حاجت نہیں ہے مجکو اب ایسی زندگی کی　　اے ناشناسِ الفت کچھ حد بھی بیکسی کی
میرا دلِ حزیں ہے ویرانۂ تمنا　　آباد تھا کبھی یہ کاشانۂ تمنا
کب تک رہے ہو نہیں آخر دلِ ریش و دل شکستہ　　آنکھوں میں پھر رہا ہے اپنا وہ پہلا نقشہ
آباد جب مکاں تھا، مسرور یہ مکیں تھا　　یعنی کہ دل نہ میرا آوارہ و حزیں تھا
قسمت بگڑ گئی ہے کیوں کر اسے بناؤں　　اس داستانِ غم کو اپنی کسے سناؤں
غم کیا بھرے کہ گویا دنیا بھری ہوئی ہے　　رنج و الم سے ہر شے یکسر گھری ہوئی ہے
رہ رہ کے میرے دل میں اب درد اُٹھ رہا ہے　　یاس و الم کا نقشہ گویا کھنچا ہوا ہے
جو شے ہے اس جہاں میں تاریک ہے نظر میں　　اک درد سا ہے دل میں اک ٹیس ہے جگر میں
ہر لمحہ زندگی کا وقفِ تپش ہے میرا　　یہ ہر گھڑی بیکسی ہے یا انتظار تیرا

بہارِ غم آفریں

فصلِ گل آئی چلیں ٹھنڈی ہوائیں دلفزا گوشہ گوشہ بن گیا ہے باغ کا جنت نما
صحنِ گلشن کی فضائیں پھر معطر ہو گئیں طائروں کے سن کے نغمے خود بھی شاخیں سو گئیں
یہ روش پر پھول ہیں یا حسنِ فطرت جلوہ گر ذرہ ذرہ لے رہا ہے باغ کا جس سے اثر

ہاں مگر اک دل ہے میرا جو ہے اس سے بےخبر

کیف پرور کسقدر ہیں شام کی دلچسپیاں جنتِ اہلِ نظر ہیں صبح کی رنگینیاں
رات تیری جوشِ کیفیات سے لبریز ہے عاشقوں کو چاندنی تیری جنوں انگیز ہے
آہ یہ ایامِ گل بھی کسقدر ہیں خوشگوار یعنی ہر ذرے سے دنیا کے خوشی ہے آشکار

ہے مگر میرا دلِ صد چاک اب تک بیقرار

وہ نسیمِ صبح گاہی وہ طیورِ خوشنوا وہ روش پھولوں بھری اور کیف آور وہ ہوا
بلبلوں کے شور سے معمور ہے صحنِ چمن بن گیا ہے گوشہ گوشہ باغ کا اک انجمن
چشمِ نرگس جوشِ گل سے مست ہے مخمور ہے دیکھ کر جس کو دلِ غمدیدہ بھی مسرور ہے

ہاں مگر میرا دلِ ناشاد غم سے چور ہے

وہ تبسم تیرا اے دوشیزۂ فصلِ بہار
بھر دیا پھولوں سے تو نے آ کے سارا کوہسار

کر دیا فیضِ قدم نے تیرے صحرا کو چمن
تیری نیرنگی بنی زینت فزائے انجمن

تو نہ ہوتی تو نہ ہوتی رونقِ بزمِ جہاں
تو نہ ہوتی تو نہ ہوتے حسن کے جلوے عیاں

تو نے ثاقبؔ کو دکھائے حسنِ فطرت کے نشاں

ارتقاے عاشقی

صحرا میں ہوا ک ... ں ہے چاند سا چہرا؟ یہ کیوں ہے قیدِ تحیر میں جلوۂ زیبا؟

ہے تیری ہوا یا ق ... ت میں نور کا ٹکڑا؟ جو کل تھا آج وہ کیسے بدل گیا نقشا؟

مانا تو پتلا خاک ... غضب ہے حسنِ ستمگر کی نغمہ خیز صدا

جب اڑ کے فلک ... ہوا ہے حشر کا ہنگامہ میرے دل میں بپا

ہے جامِ رنگیں ... ا شمیم گیسو سے تڑپ کے دل نکل آئے نہ میرے پہلو سے

بیچین ہے ... ب ایک آنسو سے نگہ کی چھیڑ ہے تصویر آئینہ رو سے

یہ اضطراب ہے یا بیخ و بن اسیری کی

جنونِ عشق کا ہے ذوق گھٹن اسیری کی

ن قدرت کا غرورِ حسن میں جلوہ ہے حسنِ فطرت کا

تیری صنعت کا نگاہِ ناز میں پرتو ہے بزمِ وحدت کا

چھلک چھلک یہ ہے تاثیرِ غم فزا شیدا

نفَس نفَس سے ہے اِک صوتِ سرمدی پیدا!

ستم نما ہے کسی کی نگاہِ حیرت بیں
کہ داستانِ محبت ہے خون میں رنگیں

یہ کیا کہ خرمنِ حسرت کا دِل ہے خوشہ چیں
بُرا ہو یاس کا اَب ضبط کی بھی تاب نہیں

کہاں ہے شوق تمنّا کو خیر باد کہے
طلسمِ دِل کی اُمیدوں کو نامراد کہے

کہاں وہ ضبط کا عالم وہ شاندار نظام
کیا ہے دردِ محبت نے اَب تو کام تمام

نہ دل میں رنگِ سکوں ہے نہ جان کو آرام
مریضِ غم کو قیامت ہوا ہے وعدۂ شام

ہر ایک لمحہ میں بیتاب ہوں سزا ہے یہی
کہ عاشقوں کیلئے دورِ ارتقا ہے یہی



حقیقت

زندگی ہے یا ہوائے خانماں برباد ہے
یا کوئی طائر جو اڑتا ہے فضائے بسیط میں
یا کہ ہے یہ فصلِ گل میں اک طرب انگیز چیز
قطرۂ شبنم ہے یا برگِ گلِ گلزار ہے
یا کہ جھونکا ہے کوئی یہ بادِ طوفاں خیز کا
یا یہ سطحِ آب پر ہے اک حبابِ بے ثبات
اِس حقیقت پر بھی ناداں کس قدر غافل ہے
بادۂ ہستی کے اک ساغر سے تو سرشار ہے

عرصۂ حیات

بہارِ صبحِ ہستی ہے نکھر لو
ابھی آئینہ خانہ ہے سنور لو

ذرا، اپنی امیدوں کی خبر لو
دُرِ مقصود سے دامن کو بھر لو

جو کرنا ہے تمھیں وہ آج کر لو

نہ ہو مایوس تم بگڑی بنا لو
اندھیرا ہے چراغوں کو جلا لو

سنبھالو اپنی حالت کو سنبھالو
ابھی دم ہے اسے کل پر نہ ٹالو

جو کرنا ہے تمھیں وہ آج کر لو



ـت زندگی

یا کوئی سیارۂ محرور وغیر آباد ہے
جوش جسکا ہو نہیں سکتا ہے کم کرنیسے کم
کھوئے ہیں جس نے ارباب بصیرت کے بھی ہوش
جذب کر لینگی شعاعیں جنکو ہوتے ہی سحر
یا یہ دورہ ہے کوئی جوشِ جنوں انگیز کا
دم زدن میں جسکی گل ہونے کو ہے شمع حیات
اور دل میں یہ سمجھتا ہے بڑا عاقل ہے تو
اپنے کاموں پر نظر کرنیسے بھی بیزار ہے

بارش کی حقیقت

پانی برس رہا ہے دُنیا ہے محوِ عشرت
سبزے کے پیرہن میں صورت نما ہے فطرت

کچھ لوگ ہیں جو گھر سے باہر نکل نکل کر
کہتے ہیں بادلوں کا پرکیف ہے یہ منظر

لیکن وہ ایک میں ہوں بیگانۂ مسرت
معلوم جسکے دلکو بارش کی ہے حقیقت

بجلی کی اس تڑپ میں ہے رازِ دردِ پنہاں
مہجور عاشقوں کی راتیں ہیں پریشاں

فرقت نصیب کوئی کروٹ بدل رہا ہے
یا اک چراغ حرماں سینے میں جل رہا ہے

بارش کا یہ تقاطر بوندیں ہیں گو بظاہر
لیکن میں جانتا ہوں روتا ہے کوئی شاعر

انجام گل سے جسکا شق ہو گیا ہے سینہ
طغیانی الم میں ڈوبا ہے یا سفینہ

بادل کہو نہ انکو جنّت کے ہیں فرشتے
بیچین و مضطرب ہیں انساں کے عمل سے

یہ چاہتے ہیں کرلیں پوشیدہ معصیت کو
روحانیت سے بھر دیں بیتاب عبدیت کو

بارش کی یہ ہوا بھی ناداں ہوا نہیں ہے
ہاں دل کی حسرتیں ہیں جنکی دوا نہیں ہے

یہ چاہتی ہیں جانا عرش بریں سے آگے
تنگ آ گئی ہیں یعنی حسرت نصیب دل سے

ناداں سمجھ رہے ہیں بارش کو وجہِ عشرت
لیکن مرے لئے ہے غم آفریں یہ عبرت

خیالِ یار

اے خیالِ یار تو جانِ دلِ بیتاب ہے / تجھ سے اک رونق ہے تو شانِ دلِ بیتاب ہے

اے خیالِ یار میرے دل کو راحت تجھ سے ہے / تجھکو الفت مجھ سے ہے مجھکو محبت تجھ سے ہے

وہ شبِ غم کی اداسی وہ بلا کی تیرگی / وہ مرے دل کی تڑپ جانِ حزیں کی بیکلی

شب کی تنہائی ڈراتی تھی اکیلا دیکھکر / آہ یہ کیسا ستم تھا مجھکو تنہا دیکھ کر

آرزوئیں مضطرب تھیں دل بھی قابو میں نہ تھا / بیکسی تھی اور کوئی میرے پہلو میں نہ تھا

اے خیالِ یار تو آکر مسیحا ہو گیا / مٹ گیا غم اور دل کا درد اچھا ہو گیا

اے خیالِ یار تجھ سے ہے نشاطِ زندگی / تیرے دامن میں ہے لطفِ انبساطِ زندگی

اے خیالِ یار پہلو میں بجائے دل ہے تو / مل گیا ہے دل میں ایسا آشنائے دل ہے تو

تیرے ہونے سے ہے گویا اک خوشی میرے لئے / اے خیالِ یار تو ہے زندگی میرے لئے

آج پھر بامِ فلک پر ہے گھٹا چھائی ہوئی / آرزوئیں پھر رہی ہیں دل میں گھبرائی ہوئی

اشک گر پڑتے ہیں بوندوں کا ٹپکنا دیکھکر / دل تڑپ جاتا ہے بجلی کا چمکنا دیکھکر

ضبط کا میں کون سا پہلو نکالوں کیا کروں
دل کو تھاموں یا کلیجے کو سنبھالوں کیا کروں

جان ہے کشمکش میں آ خیال یار آ
آ مرے مونس مرے ہمدم مرے غمخوار آ

قلب میں تجھ سے چمک ہے نور تو اس گھر کا ہے
آ کہ تو ہی تھامنے والا دلِ مضطر کا ہے

آ خیال یار تجھ سے ہے بہار زندگی
غم مری ہستی کا دشمن تو ہے یارِ زندگی

تجھکو ہم رکھینگے ہر حالت میں اپنے ساتھ ساتھ
تجھکو لیجائینگے ہم تربت میں اپنے ساتھ ساتھ

حشر تک سوئینگے ہم لیکر تجھے آغوش میں
شور صور حشر سے آئیں تو آئیں ہوش میں

یادِ احباب

جلوہ آرا ہو رہا ہے شوق و حسرت کا ہجوم
داغِ دل کی روشنی ہے غازۂ روئے نجوم

دل ہے مضطر، دوستوں کی یاد تڑپانے کو ہے
بیکسی میں صحبتِ دیرینہ یاد آنے کو ہے

جذبِ غم سے کس طرح ٹوٹیں طلسماتِ ملال
چٹکیاں لیتا ہے دل میں بزمِ رنگیں کا خیال

حسن و آرائش کہاں وہ انجمن سازی کہاں
طوطیانِ خوشنوائی نغمہ پردازی کہاں

کالے کوسوں دور ہیں اب رنج و راحت کے شریک
آہ ہے دلسوز نالے ہیں مصیبت کے شریک

سنگِ فرقت سے ہوا ہے شیشۂ دل پاش پاش
رخ کا ہے رنگ پریدہ اور یارِ دل کی تلاش

تھی کبھی زیبائش لب داستانِ خوشگوار
گوش بر آواز تھے محفل میں دل کے راز راز

اب نہ وہ ساقی نہ وہ ساغر نہ وہ میخانہ ہے
باعثِ حسرت نصیبی گردشِ پیمانہ ہے

جب جدائی کا زمانہ پردہ دارِ رسم و راہ
ڈھونڈھتی پھرتی ہے جولاں گاہ الفت میں نگاہ

سیرِ قدرت، چاندنی راتوں کا منظر یاد ہے
آج بھی بزمِ تصور اُن کے دم سے آباد ہے

یاد آیا میکہ تھی باہم محبت کی سبیل
گونجتے تھے دمبدم کانوں میں نغماتِ جلیل

یاد ہین دلکو وہ بزم شعر خوانی کے مزے
کس طرح بھولین جگر[۳] کی نکتہ دانی کے مزے

یاد آتی ہین ہمین ذوقی[۴] کی بذلہ سنجیان
دلمین پیدا کر دیا کرتی تھین جو بیچینیان

ہین عمر فاروق[۵] بھی اخلاص کی زندہ مثال
جن کے علم و فضل پر نازان ہے ثاقب کا کمال

قوت دل ہین سمجھتا ہون علی[۶] کی یاد کو
زندہ کرتی ہے جو میری کوشش برباد کو

کیا جدائی نے ورق الٹا فسانے کیطرح
انقلاب احباب ہین آیا زمانے کیطرح

نالے کہتے ہین کہ تاثیرین فلک سے لائین ہم
جذب دل کی تار برقی سے انہین کھینچ لائین ہم

اپنے دل کو اس طرح ثاقب تسلی دیجئے
کھینچئے تصویر دل مین اُن سے باتین کیجئے

۱ مسٹر شیام کشور نور ۲ مسٹر جلیل قدوائی بی اے
۳ جناب علی سکندر صاحب جگر مرادابادی ۴ خواجہ مسعود علی ذوقی بی اے
۵ پروفیسر عمر فاروق ایم اے ۶ عزیزی سید علی سلمہ ہمشیرزادہ مصنف

یادِ ماضی

یاد ایّام کہ جب غم سے سروکار نہ تھا — درد تھا دل میں مگر زیست سے بیزار نہ تھا
عیش و عشرت کے خیالات سے معمور تھا دل — اسطرح ہائے نہ پہلے کبھی مجبور تھا دل
یعنی ہستی مری ناواقفِ بربادی تھی — وسعتِ دل میں مرے غم کی نہ آبادی تھی
مرے جذبات مسرت سے تھے یکسر معمور — خلشِ دل سے طبیعت کا نہ تھا یہ دستور
آہ کرنا مرے نزدیک تھا نقصِ ایماں — سچ تو یہ ہے کہ نہ تھا غم کا مرے دل میں نشاں
نامرادی کا نہ تھا کوئی تخیل یہ اثر — میں سمجھتا نہ تھا کیا نفع ہے اور کیا ہے ضرر
یعنی فی الجملہ مسرت سے تھا لبریز یہ دل — بیخبر رنج و مصائب سے تھی عقلِ غافل

(۲)

یا یہ حالت ہے کہ اب خوگرِ آزار ہوں میں — زندگی تلخ ہے جینے سے بھی بیزار ہوں میں
مجھ سا اس دہر میں کوئی نہیں رسوا و تباہ — دیکھنا جسکی طرف اہلِ نظر کو ہے گناہ
اب نہ وہ جوش ہے دل میں نہ خیالِ عشرت — اب وہ فرطِ مصائب سے ہے جوشِ ندرت

ہاں مگر جسم میں باقی ہے ابھی روح رواں — یعنی اس ہستی موہوم کا کچھ کچھ ہے نشاں

ایک گوشے میں بنا بیٹھا ہوں تصویرِ سکوت — قید ہے میرے لئے بس یہی زنجیرِ سکوت

میری جو سانس ہے فریاد سے معمور ہے وہ — غم سے نزدیک ہے راحت سے بہت دور ہے وہ

یاد آتا ہے مجھے جب وہ زمانِ عشرت — دل میں بڑھ جاتی ہے اک اور بھی غم کی کلفت

اُف رہ آغاز کنا وہ مرا جوشِ شباب — ایسا بھولا ہے کہ جس طرح فراموش ہو خواب

اک مرقع ہے غم و رنج و الم کا ثاقبؔ
وہ جو خواہاں ہے دوا کا نہ دعا کا طالب



عہدِ طفلی

کھو گیا مجھ سے مرا وہ عہدِ طفلی کھو گیا
جس کے دامن میں نہاں تھی کیف پرور اک بہار

اب نہ وہ ایّامِ ماضی ہیں نہ وہ شبہائے خواب
میرے بچپن کیلئے شاید فضا ہے سوگوار

آہ کیا دن تھے کہ جب آغوشِ مادر تھی نصیب
جسکی ہر جنبش سے تھا رازِ محبت آشکار

میں سمجھتا تھا اسی کو وسعتِ دنیا ہے یہ
جسکا ہر گلشن تھا اک سرمایہ دارِ صد بہار

دیکھتی رہتی تھیں آنکھیں جلوۂ روئے قمر
کھیلتا تھا چاند جب چھپکر ردائے ابر میں

میں تقاطر کو سمجھتا تھا کہ ہے جھولا مرا
ایک بے پایاں مسرت تھی صدائے ابر میں

بے زبانی ہی مری تھی ترجمانِ حالِ دل
کتنے با معنی تھے میرے وہ اشاراتِ لطیف

طائرِ تخئیل میرا عرش سے ہمدوش تھا
گرچہ تھا میں ناتواں اعضا بھی تھے میرے ضعیف

میں کھلونے خود بنا کر کھیلتا تھا رات دن
اور سمجھتا تھا کہ انکی دوستی ہے پائدار

ہاں مگر آکر جوانی نے وہ منظر کھو دیا
ہو گئی بے کیف اس سے دلکشیٔ جوئبار

دوستوں کے جمگھٹے خوابِ پریشاں ہو گئے
یاد سے انکی بڑھا جاتا ہے دل کا اضطراب

اب کہاں پاؤں تجھے اے عہد طفلی سچ بتا
کاش تو مجھکو بنا دے ایک نقشِ سطحِ آب

ہے مرے دل میں ابھی تک آرزوئے سیر گل
ہیں مری نظروں میں اب تک باغ کی شادابیاں

ہاں مگر فطرت کی تبدیلی نے پلٹا وہ ورق
جسکی تحریر صفا میں تھیں کچھ رنگینیاں

ہو گئیں برہم نشاط و عیش کی وہ محفلیں
جنکا ہر نغمہ سرور لذت جاوید تھا

ہاں مگر اسکا مآل غم فزا سمجھا نہیں
یعنی ہر لمحہ طرب کا غم کی اک تمہید تھا

خاکِ وطن

آہ اے خاکِ وطن سرمایہ دارِ زندگی | تیرے ہر ذرّے میں پنہاں تھی غضب کی دلکشی
تھے مناظر تیرے دلکش غیرتِ خلدِ بریں | یعنی جلوے تھے ترے تسکیں دہِ جانِ حزیں
صبح کیا ہوتی تھی تیری ہوتی تھی صبحِ بہار | وہ ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی وہ فضائے خوشگوار
تیرے ہر موسم میں پنہاں تھی حیاتِ زندگی | جن سے آسودہ تھی ساری کائناتِ زندگی
تیرے جھرنوں کی صدائیں نغمہ درآغوش تھیں | وجد میں جن سے یہ اونچی چوٹیاں مدہوش تھیں
آہ گنگا تیرا وہ تھم تھم کے بہنا شام کو | اور رفعت دیتا تھا ہندوستاں کے بام کو
مرغزاروں سے کہیں بہتر تھے تیرے کُنج و دشت | کوئلوں کی کوک اور ہرنوں کا پھرنا سُست
تو ہی اے خاکِ وطن تھی مخزنِ انوارِ علم | تو نے کھولے اہلِ دنیا پر جو تھے اسرارِ علم
علم کا جس وقت دنیا میں نہ تھا نام و نشاں | تھا کمالِ ارتقا حاصل تجھے ہندوستاں
آج یورپ علم و حکمت سے ہے جسکے بہرہ ور | وہ ترا ہی فیض تھا اے ابرِ نیسانِ گہر
تو نے ہی پیدا کیا سیتا سی عفت کوش کو | تو نے ہی گویا بنایا فطرتِ خاموش کو

تو نے ہی اکبر کو بتلائے جہانبانی کے راز — تو نے ہی راناؔ کے دل میں بھر دیا سوز و گداز

لکشمن تھا تیرے باغِ معنوی کا خوشہ چیں — تجھ سے گوتم بدھ نے پائی منزلِ عین الیقیں

تھی کبھی شہرت تری بامِ فلک تک کامیاب — آرزو میں غزنوی کھاتا تھا جسکی پیچ و تاب

ہندو و مسلم کی تو ہی مادرِ غمخوار تھی — رحم و شفقت کیلئے دونوں کی تو اوتار تھی

لکشمی تھی تو اجالا تھا زمانے میں ترا — تیری الفت کا شیوالا ہر دل ویرانہ تھا

ہاں بتا دے تجھکو اپنی دلنوازی کی قسم — عظمتِ دیرینہ کی اور پاکبازی کی قسم

کیوں نہیں تجھ میں تری اگلی سی وہ رعنائیاں — کیا ہوئیں گلشن کی تیری آہ وہ زیبائیاں

کیوں مٹے جاتے ہیں آخر وہ ترے نقش و نگار — کیوں نہیں اب شاہدِ فطرت کی تو آئینہ دار

کیوں نہیں تیرے پرستاروں میں وہ حبِ وطن — جو کبھی ٹیپو کے دل میں رہ چکی ہے جوش زن

تیرے عذارِ سحر میں اب نہیں وہ دلکشی — گو کہ دامن میں ترے اب بھی مناظر ہیں وہی

آبشاروں میں ترنم ہے ابھی تک دل گداز — تیری فطرت کے مظاہر ویسے ہی ہیں جاں نواز

جنبشِ بادِ سحر میں ہے وہی جوشِ نمو — تیرے گلشن میں ابھی تک ہے جہانِ رنگ و بو

محو کر دے اپنی پیشانی سے داغِ عبدیت — پھر دکھا دے اہلِ دنیا کو طریقِ حریت

The NAZZARA Cawnpore.



مکو دیکا

محوِ دعا

ایک تصویر کو دیکھکر

صبح کی خاموشیوں میں تیرا اندازِ دعا — اُف کہیں برہم نہ کر ڈالے زمانے کی فضا

تیری نظروں میں ہی پنہاں جذبۂ معصومیت — اے سراپا حسن تو ہی جانِ جانِ عبدیت

ہیچ ہیں تیری نظر میں عیش کی بدخوابیاں — تیری دامن کش نہیں امواج کی بیتابیاں

یہ سہانا وقت یہ مندر یہ دریا کا خرام — کچھ خبر بھی ہے تجھے یہ دے رہے ہیں کیا پیام

سن یہ فرطِ شوق میں تیرے لیئے بیتاب ہیں — یعنی اپنی حسرتِ دیدار سے بیخواب ہیں

اک مگر تو ہے کہ ناواقف گدازِ عشق سے — گرچہ دنیا بیخبر ہے تیرے سازِ عشق سے

کسقدر جادو اثر ہے تیری شرمیلی نگاہ — تو مجسم حسن ہے اور حسن کی اک جلوہ گاہ

دیکھنا سورج کو تیرا کسقدر ہے دل نشیں — شوقِ دل کی شوخیاں آنکھیں بھی جھپکاتی نہیں

بھر دیا ہے کس نے تیرے دل میں جوشِ بندگی — کر رہی ہے جس پہ تو قربان اپنی زندگی

دیکھ تو اپنی طرف اور اپنی دنیا کی طرف — تجھ میں اک موتی ہے تو ہے دل کے دریا کی صدف

ہے جوانی تیری خود دونوں جہا میں رابطہ عابد و معبود میں ہے حسن تیرا واسطہ

اک تجلی تجھ میں خود تیری پرستشگاہ ہے

دیکھ اپنے کو کہ تو خود بھی نمائش گاہ ہے

مکافاتِ عمل

یاد آیا میکہ میں تھا کامیابِ روزگار
تھا مری ہستی گلشن رنگ و بو سے ہمکنار

کیفِ رنج و غم مری زندہ دلی سے تھا بعید
تھی صدائے جوشِ ماتم عید کی گویا نوید

مفلسی کی کاہشوں سے تھا میں مطلق بیخبر
تھی طرب انگیزیوں میں غرق ہر شام و سحر

میں سمجھتا تھا کہ دنیا عشرتوں کا نام ہے
زندگی راحت میں جو گذرے وہ خوش انجام ہے

ہر سیہ کاری بھی جائز تھی خوشی کیواسطے
کوئی پابندی نہ تھی اس زندگی کیواسطے

ایک مہمل بحث تھی خوفِ مکافاتِ عمل
ہر صفت سے ذہن میں آزاد تھی ذاتِ عمل

فعل اچھے یا برے ہوں سب فنا ہو جائینگے
سب غلط ہے یہ سزاوارِ سزا ہو جائینگے

فطرتِ ہر ذرہ میں مضمر فنا کا راز ہے
ساز ہائے زندگی میں موت کی آواز ہے

جب فنا ہونے کو ہیں یہ کارِ بد کارِ صواب
کسطرح برباد پھر کرے کوئی جوشِ شباب

یہ تخیل تھا مرا اور یہ اصولِ زند گی
بندگی کی عقل سے خارج تھی میری بندگی

یک بیک الٹا زمانے نے بالآخر یہ ورق
عشرتِ امروز کا سینہ ہوا فردا سے شق

اب وہ دولت ہی باقی ہے نہ وہ جوشِ شباب — اُٹھ گئی عقلِ خودی سے خود فروشی کی نقاب

اب یہی ہے حس کہ مجھ سے زندگی کو عار ہے — "اب مکافاتِ عمل" ہے اور جانِ زار ہے

بھاگتا ہوں جسقدر دنیا کی دار و گیر سے — ہر قدم رکتا ہے خود اعمال کی زنجیر سے

"اب مکافاتِ عمل" ہے میں ہوں اور تقدیر ہے — جس سے شرماتی ہے ظلمت دل کی وہ تنویر ہے

اب عمل کی روشنی ہی رہنمائے زیست ہے،
پستی خوفِ سزا ہی ارتقائے زیست ہے

غریب کسان

اے نیچر کے راج دلارے — اے فطرت کی آنکھ کے تارے

محنت کا پھل پانے والے — کاندھے پر ہل لیجانے والے

صدیاں پلٹیں دنیا بدلے — یا ملکوں کا نقشہ بدلے

کچھ سے کچھ ہوں رنگ فضا کے — چرخ سے برسیں آگ کے شعلے

دھیمی ہو یا تند ہوا ہو — عالم ہر وادی کا نیا ہو

چرخ ہزاروں پلٹے کھائے — کیا ممکن جو تجھکو ستائے

سارے جہاں میں جنگ چھڑی ہو — دنیا بھر میں آگ لگی ہو

کیوں ہو شورش تیری صدا میں — امن ہو جب کھیتوں کی فضا میں

گیت ہے تیرا نغمۂ شادی — تجھ پر صدقے ہر آزادی

سب پر حاوی ہمت تیری — سچی ہے یہ شوکت تیری

وقت کو تو غفلت میں نہ کھوئے — کھیت میں تو کانٹوں کو نہ بوئے

گھاس ہے تیرا بستر مخمل　　اوڑھنے کو بوسیدہ کمل

جنگل جھاڑی بستی تیری　　شاہ سے بہتر ہستی تیری

تو ہے اور زمانہ تیرا

ہم ہیں اور فسانہ تیرا

آبشار

بے قافیہ

سچ بتا اے بھپرنے والے وادیِ کہسار میں ‌ ‌ ‌ تو کہاں جاتا ہے کیوں تجھکو نہیں صبر و قرار

بڑھ رہا ہے دشت میں اس شان سے مستانہ وار ‌ ‌ ‌ جس طرح کوئی مسافر بے خبر منزل سے ہو

بے خیالی میں پریشاں ہیں خیالاتِ جنوں ‌ ‌ ‌ جستجو کچھ بھی نہیں ہے اور ہے محوِ جستجو

(۲)

جانے والے ڈالتا جا وادیوں پر اک نظر ‌ ‌ ‌ دیکھتا جا حسنِ فطرت اور گلوں کی یہ بہار

ہو گیا شاداب سبزہ تیرے سیلِ اشک سے ‌ ‌ ‌ پتہ پتہ ہو گیا مخمورِ صہبائے نشاط

ہر طرف رنگینیاں پھیلی ہوئی ہیں دشت میں ‌ ‌ ‌ پھول ہیں محوِ تبسم ہر کلی خاموش ہے

(۳)

تیری سطحِ آب پر اُڑتے ہیں مرغانِ چمن ‌ ‌ ‌ جنکے نغموں سے فضا ساری ترنم ریز ہے

اونچی اونچی چوٹیوں پر جب پگھل جاتی ہے برف ‌ ‌ ‌ اور جب پڑتی ہیں اس پہ آکے کرنیں متصل

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بجلیاں — کوندتی ہیں پردہ ہائے شب میں ملکر ایکبار

عکس ہمسایہ کا اپنے لے رہا ہے آبشار — فطرتِ صانع کی صناعی کا ہے اک سلسلہ

(۴)

ہاں بتا کچھ تو بتا تو کس لئے مغموم ہے — کر رہا ہے اس طرح ہستی جو برباد فنا

ہائے کتنی رحم کے قابل ہے یہ حالت تری — پھر رہا ہے پتھروں سے سر کو ٹکراتا ہوا

کھو چکا ہے اپنے دل سے کس لئے صبر و قرار — کس لئے رکتا نہیں تجھ سے یہ سیلاب رواں

(۵)

آہ یہ دلکش مناظر اور تیری خامشی — آہ یہ پھولوں کی بارش اور تیرا یہ سکوت

ہاں اگر اس خواب سے تو یک بیک بیدار ہو — اور بڑھ جائے ترا جذبہ ترا جوش و خروش

تیری بیتابی کی کوئی حد نہ عالم میں رہے — تو ہی بحر و دشت میں ہو ایک موج اضطراب

وادیوں کے کنج تیرے شور سے معمور ہوں — اور نالوں کی تری ساری فضا ہو سوگوار

عقل کے دریا میں قطرہ بن کے ہو جائے تو گم

مثل عاشق تو بھی فرطِ ہوش سے بیگانہ ہو

عدم سے وجود میں

میرے بچے تیری آمد سے ہوا دل باغ باغ
ہے اندھیرے گھر کا میرے تو ہی گویا اک چراغ

تیری آمد کا رہا کرتا تھا ہم کو انتظار
یاد کرتے تجھ کو ہو جاتے تھے اکثر بیقرار

تو ہی اے بچے حجابِ قدس میں مستور تھا
نور کے دریا میں تو بھی اک حبابِ نور تھا

رنگہائے گل کے پردے میں تو ہی تھا خندہ زن
تیرے ہی نغموں سے تھے مسحور تیرے ہم وطن

تیری یہ موجِ تبسم تھی گلوں میں رنگ و بو
تو صدف کے بطن میں تھا موتیوں کی آبرو

یا کہ تھا تو جنبشِ بادِ سحر میں عطر بیز
یا کہ شبنم بن کے تھا صحنِ چمن پر اشک ریز

یا کہ ان کھیتوں کی سرسبزی میں تو ہی تو پیدا تھا
کوکبِ شب کے انوار میں پوشیدہ تھا

شب کی تاریکی میں کیا چھپتا تھا تو ہی آفتاب
قلبِ دریا میں جو آتا تھا تو ہی کیا اضطراب

شام کی سرخی میں شاید تو ہی رنگ آمیز تھا
چاند کے پرتو میں تو ہی اضطراب انگیز تھا

ماں کی آنکھوں میں سماتا جاتا تھا کیا تو بن کے خواب
تو ہی ماں کی آرزوؤں کا تھا گویا ایک باب

چاند بنجاتا تھا جا کر آسماں پر تو کبھی
دیکھ کر ہوتی تھی جسکو ایک بامعنی خوشی

اپنی ماں کو اپنے جلوؤں سے لبھا لیتا تھا تو ‏ دور ہی سے اپنے نغموں کو سنا دیتا تھا تو

مٹھیکر تاروں کے جھرمٹ میں ترا ہسنا کبھی ‏ یاد آتا ہے ہمیں تیرا وہ عہدِ زندگی

فکر ہے اسکی کہ اب جلوے تری محدود ہیں

یعنی زنگار نگیاں پہلے جو تھیں مسدود ہیں

دنیا کیا تھی

(جب تو نہ تھا)

جب تو نہ تھا تو آرزوئیں دل کی خاک تھیں
جب تو نہ تھا تو میری اُمیدیں ہلاک تھیں

جب تو نہ تھا تو سلسلۂ غم دراز تھا
ہر لمحہ دل کے واسطے ہنگامہ ساز تھا

جب تو نہ تھا تو غم کی سیاہی تھی ہر طرف
برپا تھا حشر دل میں تباہی تھی ہر طرف

جب تو نہ تھا تو سیر و تماشہ تھے ناگوار
تھا عالم خزاں مجھے ہنگامۂ بہار

جب تو نہ تھا تو پھول گریباں دریدہ تھا
شبنم کی طرح باغِ جہاں آبدیدہ تھا

جب تو نہ تھا تو صبح کی ضو اک عذاب تھی
جب تو نہ تھا تو موجِ شفق خوناب تھی

جب تو نہ تھا تو بادِ سحر برق پاش تھی
پھولوں کی چھاؤں میں اُسے تیری تلاش تھی

موجیں سمندروں کی تھیں زنجیرِ بے صدا
کرنیں بھی مہر و ماہ کی تھیں تیرِ بے صدا

جب تو نہ تھا تو روح میں اک انتشار تھا
سینے میں تھا جو نالہ وہ سینہ فگار تھا

جب تو نہ تھا تو فطرتِ دل تھی نقاب میں
راز و نیاز گُم تھے حریمِ حجاب میں

ناکامیوں نے ہجر میں دیوانہ کر دیا
مایوسیوں نے عقل سے بیگانہ کر دیا

فرقت کی رات اور مصیبت کا سامنا
وہ دل کا درد اور قیامت کا سامنا

کلیاں جو میرے دل کی تھیں مرجھا کے رہ گئیں
آنکھیں ترے فراق میں پتھرا کے رہ گئیں

جب تک نہ تھا تو حسرتِ ہجراں تھی میرے پاس
جب آ گیا تو ٹوٹ گئی کچھ میرے دل کی آس

دل

اے دلِ بیتاب تجھ میں ہے صفت سیماب کی
تیرے قطروں میں ہیں کچھ بوندیں شرابِ ناب کی

تیرے آئینہ سے پیدا ہے محبت کا طلسم
تیری نیرنگی میں پوشیدہ ہے حیرت کا طلسم

ساغرِ رنگیں میں ہے کثرت نمائی کی جھلک
تیری موجوں نے دکھائی ہے خدائی کی جھلک

نقشِ الفت سے نمایاں اک نیا انداز ہے
تو حریمِ عشق ہے یا جلوہ گاہِ ناز ہے

تیرے حصے میں ازل کے دن سے ہے غم کی قضا
لامکاں پر جا کے ٹھہری ہے تری آہِ رسا

تیرے ایما سے ہزاروں خانماں برباد ہیں
تیرے ویرانے میں لاکھوں حسرتیں آباد ہیں

کیوں نہ ہو تیرے تلاطم سے سمندر میں سکوت
تیری ہستی انقلابِ دہر کا ہے اک ثبوت

فخرِ ہستی و خودی تیرے [illegible] کا بار ہے
تو وہ مینا ہے کہ اس سے اک جہاں سرشار ہے

حکیم اجمل خاں کی یاد میں

آج کیوں ملک میں ماتم کا ہے ہنگامہ بپا ۔۔۔ سازِ ملت میں نہیں کیوں وہ نوائے مستی

اٹھ گیا کون یہ محفل سے خرابِ الفت ۔۔۔ کہ نہیں وجد میں اب روحِ روانِ ہستی

کچھ خبر بھی ہے تجھے روٹھنے والے اس کی ۔۔۔ کہ وطن میں نہیں اب جوشِ وطن کا باقی

کھول دے آنکھ تجھے اپنی محبت کی قسم ۔۔۔ خواب سے تیرے نہیں حسنِ چمن کا باقی

تیرے ہی دم سے تو الفت کی بنا رہتی باقی ۔۔۔ مادرِ ہند نے پائی تھی تجھی سے عزت

یاد ایام کہ جب ہند تھا اک "شعلہ فروش" ۔۔۔ ہاں مگر تو تھا کہ دیتا تھا جو درسِ رافت

جامعہ" ہے ترے اس سوزِ دروں کا شاہد ۔۔۔ جس میں آباد تھا بربادیٔ ملت کا خیال"

تو سمجھتا تھا کہ گمراہ ہے طرزِ تعلیم ۔۔۔ دیکھ کر قوم کے بچوں کو جو ہوتا تھا ملال

گرچہ باقی نہیں دنیا میں تو اب جسم کیساتھ ۔۔۔ روح دیتی ہے مگر آج بھی پیغامِ عمل

وردِ قومی ہو تو تقلید کا میداں ہے وسیع ۔۔۔ سننے والے ہوں تو سن سکتے ہیں الہامِ عمل

مکّہ معظمہ زادا اللہ شرفہا

مکّہ کی جلوہ زار میں عالم فضا کا ہے
ہے پاسباں جلال کہ یہ گھر خدا کا ہے

چوٹی سے ہمکنار ہیں ذراتِ آبدار
"کوہ ابو قبیس" کرشمہ ضیا کا ہے

سورج کی روشنی "جبلِ نور" پہ ہے غش
دنیا میں یہ پہاڑ نرالی ادا کا ہے

آنکھیں بچھا رہے ہیں فرشتے پئے ادب
نظّارہ دلفریب وہ "بابِ الصفا" کا ہے

قربانیٔ خلیلؑ کا گہوارہ ہے یہیں
بندوں سے اس مقام پہ رشتہ خدا کا ہے

"حاجی" ہے اور جذبۂ اسلام دل میں ہے
قربانیوں کا قصد ارادہ منیٰ کا ہے

مسلم کا اجتماع خدا کو پسند ہے
مذہب اِسی مقام پہ شیرازہ بند ہے

آدم کا تھا ظہور اسی جلوہ گاہ سے
نکلی شعاعِ صبحِ ازل راہ راہ سے

لات و ہبل کا نغمہ یہیں سے ہوا بلند
جس نے دلوں کو پھیر دیا تھا الٰہ سے

اصنامِ دلفریب کا یوں راز کھل گیا
فرقوں کے دل اُچٹ گئے ذوقِ گناہ سے

اشیائے کائنات کی معبودیت مٹی ‏ ‏ توحید نے بتوں کو گرایا نگاہ سے

حجاج میں حضوری دل کا ظہور ہے ‏ ‏ لبیک کی صدائیں ہیں شاہراہ سے

موتی کی طرح چشمۂ زمزم میں آب ہے ‏ ‏ یوسف کا نورِ حسن ابلتا ہے چاہ سے

کچھ ذرہ ہائے ریگ روائے عرب نہیں ‏ ‏ فردوس کی بہار ہے رستے میں ہر نگاہ سے

تازہ حیات بخشی ہے کیف و شوق نے

ثاقب دکھا دیا ہے صداقت کو تو نے

ماتم ہسی آر داس

اے محب قوم تو تھا نازشِ ہندوستاں
تیری ہستی سے تھے قائم زندگی کے کچھ نشاں

اے سراپا درد تو ہی رہنمائے قوم تھا
سچ بتا دے کس لئے تو ہو گیا ہم سے جدا

کھول آنکھیں دیکھ وہ اب رونقِ محفل نہیں
یہ سمندر رات کالی اور کہیں ساحل نہیں

ہر طرف چھائی ہوئی ہے رنج و غم کی اک گھٹا
کیا زمانہ اب خزانِ دائمی کا آ گیا

آہ امیدیں ہوئی جاتی ہیں ساری پائمال
دل میں اب آتا نہیں ہے حریت کا وہ خیال

آج یہ خاکِ وطن غم میں ترے بیتاب ہے
بچہ بچہ حسرتِ دیدار سے بیتاب ہے

گو کھلے کے بعد تو ہی جاں نثارِ قوم تھا
شامِ ماتم کے لئے صبحِ بہارِ قوم تھا

تیرے دل میں آتشِ حبِّ وطن تھی شعلہ زن
تیرے استقلال سے حیرت میں تھا چرخِ کہن

اپنی دولت اپنی ثروت کو کیا قرباں قوم
اب انہیں سے روٹھنا اچھا نہیں اے جانِ قوم

حیف تو نے آسماں کسکو کیا پیوند خاک
آہ دردِ قوم سے تھا جسکا سینہ چاک چاک

جسکو دیکھو سر جھکائے غم میں بیٹھا ہے اداس
یعنی دل سے کر رہا ہے ماتمِ ہسی آر داس

حضرت احسن سنبھلی کی یاد میں

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے احسن جادو بیاں
تیرا ماتم کر رہی ہے آج یہ اُردو زباں

نغمہ ہائے اوج پرور میں وہ سوز و ساز تھا
آسماں بھی تیرے آگے فرش پا انداز تھا

تیرے نغموں میں نہاں تھیں روح کی بیتابیاں
گھٹ نہیں سکتی ہیں جیسے نظم کی دلچسپیاں

شعر کی دنیا تھی تیری ذات سے سرمایہ دار
نثر کو حاصل ہوا قدرت سے تیری افتخار

گرچہ تیرے ہاتھ خالی تھے متاعِ دہر سے
تھے مگر دل میں ہزاروں گوہرِ معنی بھرے

تیری بیتابی میں دنیائے سکوں آباد تھی
روح بیگانہ طرب، غم کوشیوں میں شاد تھی

گو بظاہر لب پہ تیرے نالۂ شبگیر تھا
شانِ استغنا سے لیکن ضبط کی تصویر تھا

بیکسی خود نوحہ گر تھی بیکسی کی موت پر
ہاں مگر دل پر ترے آیا نہ اس کا بھی اثر

تو معانی آفریں تھا تو نزاکت آفریں
تیرے اندازِ تغزل کے ہیں اکثر خوشہ چیں

یوں تو پیدا ہو نگے دنیا میں ہزاروں باکمال
لائیں گے لیکن کہاں سے تیرا اندازِ خیال

تیرے ہر ہر شعر میں دنیائے غم آباد تھی
نغمہائے روح میں ڈوبی ہوئی فریاد تھی

سچ ہے ثاقب آج بزمِ شعر خالی ہو گئی
ختم یعنی ہند سے شیریں مقالی ہو گئی

وصفِ زبان

اے زباں تو نطق میں آکر بنی جادو بیاں
توں نے کھولے راز وہ اب تک جو تھے دل میں نہاں

کسقدر شیریں ہیں نغمے تیرے ساز نطق میں
بن گئی تو اک طلسم طرفہ رازِ نطق میں

شعلۂ جوالا ہے تو بزمِ گاہِ رزم میں
صلح معنی خیز ہے تو رزم گاہ بزم میں

تو ہی جا کر بن گئی لب پر پپیہے کے فغاں
تو ہی کوئل کی بنی باغوں میں جاکر راز داں

تو نے ہی تقریر میں روحِ طلاقت پھونک دی
پائی ہے شیرازۂ دل نے تجھی سے زندگی

آپ ہی نغموں میں اپنے مست ہی سرشار ہے
آپ ہی تو چارہ گر ہے آپ ہی بیمار ہے

لڑنے والوں کے دلوں میں تو بڑھا دیتی ہے جوش
صلح مندوں کے دماغوں کو دلا دیتی ہے ہوش

ہے مریضوں کے لیے سرمایۂ تسکیں تو ہی
غمزدہ رانڈوں کی بنجاتی ہے تو ہی زندگی

قبضۂ قدرت میں تیرے زخم بھی مرہم بھی ہے
تیرے چہرے سے خوشی بھی ہے نمایاں غم بھی ہے

تو سُلا دیتی ہے افسانے سنا کر عیش کے
نیند اُڑا دیتی ہے تو جلوے دکھا کر عیش کے

پیامِ بیداری

اے مسلم خوابیدہ ذرا رنگِ جہاں دیکھ
مٹتے ہوئے اسلام کا تو اپنے نشاں دیکھ

باطل کدۂ دہر میں سیلابِ فنا دیکھ
دیکھی جو نہ تھی آج وہ تاریک فضا دیکھ

وہ کفر جو مسلم سے مقابل نہ ہوا تھا
راہوں میں ترقی کے جو حائل نہ ہوا تھا

وہ آج مسلماں سے ہوا برسرِ پیکار
بیدار تو اے مسلم خوابیدہ ہو بیدار

کیا غم ہے جو راحت کا میسر نہیں ساماں
کیا کم ہے کہ تو دہر میں ہے حاملِ قرآں

آتش کا خزانہ ہے تری آہ و فغاں میں
اُٹھ پھونک دے اس خرمنِ باطل کو جہاں میں

نازاں ہے تری ذات پہ ہر ذرّہ دنیا
کچھ خوف نہ کر کفر میں گر حشر ہے برپا

رکھ منزلِ مقصود میں تو پائے طلب کو
اک دم سے بجھا شمع ابوجہل و لہب کو

تو مصطفوی ہے تری طینت میں نہیں ڈر
کیا یاد نہیں تجھ کو وہ جنگِ درِ خیبر

پھر آج وہی قوتِ اسلام دکھا دے
پھر بتکدۂ کفر میں اک آگ لگا دے

غزلیات

اللہ اللہ یہ کیا انجمن آرائی ہے
خود تماشا ہے وہی آپ تماشائی ہے

درد کو جسکے ترستے ہیں ملک اور فلک
شیشۂ دل میں مرے وہ مئے مینائی ہے

آہ اُس طائر مجبور کی حسرت کو نہ پوچھ
جو یہ سنتا ہو قفس میں کہ بہار آئی ہے

جسکے جلوے کا فرشتوں نے کیا تھا سجدہ
کوہ فاراں پہ وہی شعلہ سینائی ہے

تم جو آجاؤ تو اس عشق کا پردہ رہجائے
ورنہ اب ضبط ہی باقی نہ شکیبائی ہے

میں اُسے خوب سمجھتا ہوں جو حالت ہے مری
ہاں مگر دل کو وہی درسِ شکیبائی ہے

ہو جہاں مرغ تخیل کی نہ پرواز رسا
اُس بلندی پہ مری ناصیہ فرسائی ہے

ہے یہ ثاقب اُسی اک جلوۂ رنگیں کا اثر
مرے شیشہ میں جو کچھ بادۂ مینائی ہے

جلوہ تو دیکھئے مرے ذوقِ نیاز کا
چمکا ہے نور حسن کی حجاب مجاز کا

احساس تک کسی کو نہیں امتیاز کا
اللہ رے فریب طلسمِ مجاز کا

دیتا ہے میرے قلب کو روحانیت کا درس
ذکر جمیل تیرے رخِ جلوہ ساز کا

ہستی کو جب مٹا نہ سکا اپنی بے خبر
پھر کیا خیال شاہدِ ہستی نواز کا

کل کائنات نغمۂ درد آفریں بنی　　اُف رے اثر یہ دل کے غمِ جانگداز کا

ہستی کے ہر حجاب سے ناآشنا ہوا　　ممنون ہوں میں حیرتِ بیگانہ ساز کا

آئینہ دیکھتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا　　پردہ ہی درمیاں نہ رہا امتیاز کا

تنہائی فراق کی راتیں بھی کٹ گئیں　　ممنون ہوں میں اس دلِ افسانہ ساز کا

ثاقب اس انجمن میں جہانِ خراب کی

محرم تھا کون خلوتِ شبہائے راز کا

اسکے ہر انکار میں در پردہ اک اقرار تھا　　بیخودی میں لیکن اسکا جاننا دشوار تھا

کون ناواقف تھا انجامِ کلیم وطور سے　　ہاں مگر میں تھا کہ پھر بھی طالبِ دیدار تھا

الاماں اے اضطرابِ یاس و امید الاماں　　سہل ہوتے پر بھی مرنا کسقدر دشوار تھا

مانعِ دیدار تھے تجھکو حجاباتِ نظر　　یہ جہانِ غم بھی ورنہ کاشفِ انوار تھا

تیری ان رعنائیوں کا اے جمالِ پردہ دار

ایک ثاقب تھا جو کچھ کچھ محرمِ اسرار تھا

عالم تھا اک عکسِ آئینہ گرِ دل تھا　　کچھ کہہ نہیں سکتا میں یہ کون مقابل تھا

اس بارِ محبت کا دل ہی مرا خامل تھا
اک حسن جہاں آرا برہم کن محفل تھا
میں آپ ہی خلوت تھا میں آپ ہی محفل تھا
جو محوِ تماشا تھا آسودہ ساحل تھا
عالم جسے کہتے تھے اک نقشۂ باطل تھا
جب ہوش میں آنا ہی دل کیلئے مشکل تھا
ساحل سے کہیں بہتر نظارۂ ساحل تھا
دیوانوں کی چیخیں تھیں یا شورِ سلاسل تھا

رہے داد طلب ثاقب
اس عشق میں مشکل تھا

کہ خود بولنا ہے خود آواز دینا
لِلّٰہ نہ اے شوخ انداز دینا
کبھی دیر میں حبا کے آواز دینا

گلون کے ہین آغوش وا بہر رخصت　　ذرا بڑھ کے بلبل کو آواز دینا
نہ لے میرا ایمان لے بے نیازی　　کہ ہے نذر جلوہ گہ نازدینا
خیابان خیابان میں ہیم تجسس　　بیابان بیابان میں آواز دینا
اُدھر میری توبہ کی ڈھارس بندھائی　　ادھر مجھکو ساغر لبصد ناز دینا

ہے گم کردہ راہِ محبت میں ثاقب
ذرا مڑ کے پھر اُسکو آواز دینا

کسی کو عکس کشی میں کمال ہو نہ سکا　　مہِ دو ہفتہ حریف جمال ہو نہ سکا
زبانِ شوق سے کیا حرفِ آرزو نکلے　　کہ جب نگاہ سے بھی عرضِ حال ہو نہ سکا
تپاں تھا خاکِ محبت پہ دل کا اک ذرہ　　مگر وہ دردکی زندہ مثال ہو نہ سکا
کہاں جمال کی وسعت کہاں دماغ کا ظرف　　وہ جلوہ رونقِ بزمِ خیال ہو نہ سکا

سعود نجد نے قربانیاں تو لین ثاقب
حرم میں بادۂ رنگین حلال ہو نہ سکا

کس کس انداز سے دل عشق میں برباد رہا　　سب فسانوں میں فسانہ یہ مجھے یاد رہا

ملگیا مجھکو صلہ خانہ خرابی کا مری — میری بربادی پیہم سے جو وہ شاد رہا

اپنے دل میں نہ جگہ دی غمِ دنیا کو کبھی — قیدِ ہستی میں رہا بھی تو میں آزاد رہا

لطف و راحت سے دلِ دردطلب کو کیا کام — یہ ہر اک رنگ میں خوگردۂ فریاد رہا

ستم آرا نہیں بربادئ ثاقب کچھ دور

کچھ دنوں اور جو تو مائلِ بیداد رہا

مستغنئ رموزِ ناز و نیاز ہو جا — بے راز اسقدر بن دنیا کے راز ہو جا

محوِ جمال ہو کر حسرت گداز ہو جا — یعنی کہ آپ اپنی تو شرحِ راز ہو جا

اے سعئ امتیازی بے امتیاز ہو جا — گردِ غبارِ رسم و راہ حجاز ہو جا

وجہِ سکوں ہی تو ہی دلہا کے خوں شدہ کی — ہاں شانِ بے نیازی مصروفِ ناز ہو جا

یا اپنے دل کی صورت خود شوق و آرزو بن — یا شوق و آرزو سے تو بے نیاز ہو جا

فطرت کا ذرہ ذرہ تیرا ہی منتظر ہے — بزمِ سکوں سے اٹھ چل ہنگامہ ساز ہو جا

ہے تجھ سے بودِ عالم اے ناشناسِ معنی — درماندگی کا اپنی خود چارہ ساز ہو جا

ثاقب پڑا ہے جیسے مدہوش اہلِ دل میں

ہاں جلوۂ حقیقت ہنگامہ ساز ہو جا

کھل گیا دیدۂ تر سے غم پنہاں میرا
اب تو رنگیں نظر آتا ہے گریباں میرا

ذرہ ذرہ میری نظروں میں ہے آئینہ حسن
کیا دکھاتا ہے مجھے دیدۂ حیراں میرا

بڑھ چلی وحشتِ دل رحم کرے جوشِ بہار
کہ مرے ہاتھ سے جاتا ہے گریباں میرا

طالبِ دادِ جفا اور وفا ہو کس سے
حسن محجوب ترا عشق پشیماں میرا

ختم ہے تا بہ سحر زندگیِ شمعِ حیات
اب نہ منھ دیکھے گی تو اے شبِ ہجراں میرا

گوشہ گوشہ میں ہے اک حشرِ سلاسل برپا
آج فریاد سے معمور ہے زنداں میرا

میں وہ خوکردۂ آزارِ تپش ہوں ثاقب
دے سکی ساتھ نہ طولِ شبِ ہجراں میرا

آہ شرر افشاں کا ہم نے یہ اثر دیکھا
پر سوز جگر دیکھا جلتا ہوا گھر دیکھا

جانبازِ محبت کا ہم نے یہ جگر دیکھا
اک ہاتھ پہ دل دیکھا اک ہاتھ پہ سر دیکھا

لے لے دلِ پر حسرت کچھ اور تمنا کر
دیکھا کہ گری بجلی جب اس نے ادھر دیکھا

کس کام کی ہشیاری اچھی تھی وہ بیہوشی
جب آنکھ کھلی انکی آغوش میں سر دیکھا

کیا جانے کسے ڈھونڈھا بیمار نے مرتے دم اک بار اِدہر دیکھا اک بار اُدہر دیکھا

ہم سمجھے تھے اے ثاقبؔ ارمان کھٹکتے ہیں

پیوستہ مگر دل میں اک تیرِ نظر دیکھا

فراقِ دوست میں ایسا مری وحشت کا ساماں تھا کہ وسعت میں ہر اک ذرہ مرے گھر کا بیاباں تھا

بتائے شوقِ دل اس بزم میں جانا کچھ آساں تھا اُدہر تقدیر سوتی تھی اُدہر بیدار درباں تھا

گلے ملکر جدا ہونا مرے لٹنے کا ساماں تھا رتے جاتے ہی میں دیوانہ میرا گھر بیاباں تھا

جنونِ عشق رہبر ہو تو پھر کیا قید منزل کی وہ مجنوں ہوں کہ وشتِ نجد مجھکو ہر بیاباں تھا

میں بیخود تھا مگر ایسا جوشِ وحشت ہوش ہی اتنا مرے ہاتھوں سے خود الجھا ہوا میرا گریباں تھا

وطن کی خاک تجھکو یاد کرکے ہم بہت روئے کہ تجھ سے دور تھے اور شامِ غربت تھی بیاباں تھا

کسی سے اپنی بربادی کا شکوہ کیا کروں ثاقبؔ

کہ میرا ہی دلِ وارفتہ میرا دشمنِ جاں تھا

راہِ طلب ہی ہر نفسِ زیست کا اعتبار کیا کشمکشِ فراق میں موت کا انتظار کیا

غنچہ ہی عقدۂ جنوں شبنم باغ اشکِ خوں موجِ شفق سے ہے فزوں گلکدۂ بہار کیا

عشق کی منزلوں مین ہے میرا خیال کچھ بلند
یہ نہیں جانتا ہوں میں در دہی کیا قرار کیا

کوئی خیالِ شرم سے پردہ اُٹھا کے رہگیا
داغِ دیدہ ہوگئی روشنی مزار کیا

چھیڑ نہ سازِ حسن گل مطربِ عندلیب تو
اپنی خودی مین مست ہون ذکرِ گل و بہار کیا

نشو و نمائے حسن ہے ہستیِ عشق کی فضا
اشک ہے آبدار کیا داغ ہے تابدار کیا

یاد میں تیری اس طرح عمر مری گذر گئی
کچھ نہ سمجھ سکا کہ تھا حاصلِ انتظار کیا

جنبشِ سعی و فکر سے عقدۂ زندگی کُھلا
پھر بھی ہوا نہ منکشف دل ہے طلسمِ زار کیا

شاہد و مئے ہوں جلوہ گر زہد کو پھر کہاں قیام
ابر اُٹھے تو ٹوٹ جائے توبہ کا اعتبار کیا

ہیئت دل بدل گئی کیجئے آہ و نالہ کیوں
قطرۂ خوں کے واسطے روئیے زار زار کیا

باعثِ اضطراب ہے موجِ شمیم جانفزا
لالہ و گل کے پردے مین تو ہے سرِ مزار کیا

داغ میں کچھ دھواں سا ہے زخم کے لب کھلے ہوئے
زخم ہے نالہ سنج کیا داغ ہے سوگوار کیا

حسرت و یاس کا ہجوم قتل گہِ جفا میں ہے
کشتۂ تیغ ناز ہے ثاقبِ دل فگار کیا

بے فائدہ ہلاکِ فریبِ شہود تھا
دنیا تھی اک طلسم زیاں تھا نہ سود تھا

دنیا کی کشمکش سے فراغت نصیب تھی — جب تک اسیرِ حلقۂ دام قیود تھا
زاہد قیام کر نہ سکا پیشِ رعبِ حسن — سرگشتۂ خمارِ رکوع و سجود تھا
معنی حیات و موت کے تو جانتا اگر — آئینہ عدم میں بھی عکسِ وجود تھا

دنیا کو جانتا ہوں فریبِ خیال میں
میری نظر میں ایک عدم اور وجود تھا

قطع ہوئی زبانِ شوق ذکرِ وصال آ گیا — عالمِ اضطراب میں لب پہ سوال آ گیا
اشک تڑپ کے رہ گیا آہ لبوں پہ رک گئی — کیا کسی پردہ دار کا دل میں خیال آ گیا
جلنے لگی نقابِ حسن کوند گئیں وہ بجلیاں — آئینۂ جمال میں رنگِ جلال آ گیا
رازِ الست کہہ دیا موجِ نسیمِ صبح نے — وجد میں پھول گر پڑے شاخ کو حال آ گیا
دشمنِ ہوش بن گیا حسنِ طلب نگاہ کا — آپ کی جلوہ گاہ میں دل کا سوال آ گیا
وحشتِ دل نے کر دیا غم کی طرف سے بے نیاز — جوشِ جنوں میں زیرِ پا کوہِ ملال آ گیا

دادِ سخن ہے ناگوار محوِ سکوت ہیں حریف
ثاقبِ خوش بیاں میں کیا رنگِ کمال آ گیا

خوگرِ رنج نہ تھا مائلِ فریاد نہ تھا
دلِ وارفتہ مرا یوں کبھی ناشاد نہ تھا

کس طرح عہدِ تمنا کا ہوا پھر آغاز
حسنِ نظارہ اگر عشق کی بنیاد نہ تھا

اے چمکتے ہوئے تارو یہ کیا کیا تم نے
میں قفس میں تھا مجھے صحنِ چمن یاد نہ تھا

کیا کیا تو نے یہ اے میری اُمیدِ موہوم
اُسکو پھر یاد دلایا جو مجھے یاد نہ تھا

موت نے ضبط کی کچھ شرم ہی رکھ لی ورنہ
میں یہ کیونکر کہوں دل مائلِ فریاد نہ تھا

دیکھکر تجھکو مری آنکھوں سے آنسو نہ رُکے
ورنہ اے دوست سرِ شکوۂ بیداد نہ تھا

اس قدر کیوں غم ویرانئ دل ہے ثاقب
آج برباد ہے کیا یہ کبھی آباد نہ تھا

کیا انقلاب دل کوئی افسانہ ہوگیا
اک قصر تھا جو عشق میں ویرانہ ہوگیا

جوشِ جنونِ عشق ازل سے ہے فطرتی
دیوانہ وہ نہیں ہے جو دیوانہ ہوگیا

تھا اک طلسم طرفہ مرے دل کا انقلاب
کعبہ بنا کبھی، کبھی بتخانہ ہوگیا

اب ذوقِ فلسفہ ہے نہ ہے کیف وکم کی بحث
ثاقب بھی اُس کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

او شوخ یہ اثر ہے فقط ایک آہ کا / نقشہ کچھ اور ہی ہے تری جلوہ گاہ کا

کیا یادگار چھوڑ گیا کشتۂ الم / ہے اہلِ غم میں شور بپا آہ آہ کا

دیتا ہوں داد اُس نگہِ پُر عتاب کی / جس میں ہے لطف کچھ ستم گاہ گاہ کا

پھر وجہِ اضطراب ہے ذوقِ خلش کی یاد / پھر دل کو شوق ہے اُسی تیرِ نگاہ کا

تصویرِ عفو کیوں نہ ہو زیبائشِ نظر / کھینچا ہے آنسوؤں نے مرقع گناہ کا

ثاقب بتوں کے قبضہ میں ہے وصل اور فراق
ہے اُن کو اختیار سپید و سیاہ کا

پنہاں بتوں میں حسنِ خود آرا نہ ہو سکا / یعنی وفورِ شوق میں پردا نہ ہو سکا

تیرے جمال میں بھی نہاں اک جلال تھا / مشتاقِ دید محوِ تماشا نہ ہو سکا

ہر چند تیری یاد نے دیں کچھ تسلیاں / بیمارِ غم فریب سے اچھا نہ ہو سکا

برپا ہے شورِ حشر یہ امید ہے فضول / دل تھام لیں وہ آہ سے اتنا نہ ہو سکا

کیا زود آشنا تھی وہ برقِ نگاہِ ناز / اظہارِ اشتیاق و تمنا نہ ہو سکا

وہ آب ہوں گہر میں بھی جس کی جھلک نہیں / وہ رنگ ہوں جو پھول میں پیدا نہ ہو سکا

ثاقب ضرور کوئی خدا ساز بات ہے
وہ آپ کا ہوا جو کسی کا نہ ہو سکا

جو کام سخت اس دل ناشاد سے ہوا — فرہاد اور نہ تیشۂ فرہاد سے ہوا
ہر چند جوشِ گریہ ہوا وجہِ اضطراب — پھر بھی سکون دل کو تری یاد سے ہوا
ہر جلوہ بنگیا چمن آرائے زندگی — کیا کیا نہ مجھکو فیض تری یاد سے ہوا
وہ عمر بھر کو ہوگیا شیدائے کیفِ غم — جو روشناس آپ کی بیداد سے ہوا
ہر ذرہ کائنات کا لرزش میں آگیا — ہنگامہ اک نیا مری فریاد سے ہوا
میں اور نیاز مندیِ درگاہِ حسن و عشق — اے دوست جو ہوا تری امداد سے ہوا

ثاقب ہے اور جلوہ گہِ حسنِ بے حجاب
اتنا تو اسکو فیض تری یاد سے ہوا

مجروح کر دیا مجھے بیمار کر دیا — اُف تو نے کیا یہ اے نگہ یار کر دیا
دیتا ہوں میں دعا دلِ حسرت نصیب کو — جس نے مجھے ستم کش اغیار کر دیا
سویا تھا اک مریض ابھی اے نسیمِ صبح — جھونکوں نے تیرے پھر اُسے بیدار کر دیا

اِن سُرخ آنسوؤں نے ترے اے اسیرِ غم　　صیاد کے قفس کو بھی گلزار کر دیا

منت پذیر ہوں میں تری مشق جور کا　　اِس نے تو دل کو اور وفادار کر دیا

ہے ناز ہم کو اپنی تمنائے عشق پر　　دل کو اسی نے تیرا پرستار کر دیا

ثاقب اُداس رہتے ہو دن رات کیسلئے

کس کی نگاہِ ناز نے بیمار کر دیا

کیوں جنوں خیز تماشائے بیاباں نکلا　　تارِ دامن سے تو ہاتھوں سے گریباں نکلا

اللہ اللہ یہ مجبوریٔ پاسِ الفت　　دل سے نالہ بھی جو نکلا تو پریشاں نکلا

تجھکو معلوم ہے اے انجمن آرائے طرب　　کون محفل سے تری سوختہ ساماں نکلا

ہم سمجھتے تھے کہ بیکار ہے خاکسترِ دل　　ذرّے ذرّے میں مگر ایک بیاباں نکلا

برق ناکام گئی سوز کی حسرت لیکر　　جب نہ کچھ خانۂ برباد میں ساماں نکلا

میں سمجھتا تھا جسے عشق میں بے نام و نمود　　آج وہ قطرہ مرے اشک کا طوفاں نکلا

قہر تھا دل کیلئے نالۂ آشفتہ نوا

کیا تری بزم سے ثاقب سا غزلخواں نکلا

فریبِ عشق کی گلکاریوں پہ ناز نہ کر
بہارِ زخمِ جگر کو چمن طراز نہ کر

نمودِ جلوہ ہو پیرائیہ حقیقت مین
کسی کو ہوش کہاں پردۂ مجاز نہ کر

جہاں میں کچھ تو ہے امتیازِ عشق و ہوس
عدو کو پرتوِ عفت سے پاکباز نہ کر

کسی کی راہ میں ہوتا ہے ایک دن پامال
دلِ فریفتہ رنگینیوں پہ ناز نہ کر

بہت قلیل ہیں ثاقب حیات کے لمحے
دعائے شب سے شبِ ہجر کو دراز نہ کر

ہائے یادِ شباب کفر انگیز
شاہدِ شوخ و ساغرِ لبریز

مایۂ غم ہو محنتِ فرہاد
حیف آئینِ خسروِ پرویز

یہ چمن زار اور دل بے کیف
یہ گھٹا اور جام سے پرہیز

یاد ہے وہ بہارِ عالمِ عشق
کس قدر تھی ہوا جنوں انگیز

محفلِ کائنات وجد میں ہے
جلوۂ دوست ہے کرشمہ ریز

جب سے مائل ہے یہ دل زلفِ پریشاں کی طرف
ہاتھ بیساختہ بڑھتے ہیں گریباں کی طرف

تو بتا ذوقِ تماشائے طلسمِ ہستی | کون لایا تھا مجھے عالمِ امکاں کی طرف

ہائے اب تو وہ نگہ بھی نہیں اُٹھتی ثاقب

مجھ دلِ آشفتہ و برباد و پریشاں کی طرف

دل ہے حقیقت آشنا جلوہ گہِ مجاز میں | حسنِ ازل ہے مستتر عشق کی سوز و ساز میں

دل کو ہے ناز عشق پر رہگذرِ مجاز میں | سیکڑوں جلوے ہیں نہاں حسنِ نظر نواز میں

خواہشِ علم ہے فضول حرفِ غلط ہے انکشاف | ایک طلسمِ راز ہے ہستیٔ کارساز میں

آہ یہ بیخودیٔ عشق، آہ یہ سادگیٔ دل | لطف و کرم کی ہے تلاش حسنِ جفا طراز میں

خاک سکوں پذیر ہو میری حیاتِ مستعار | حشر ہی حشر ہیں نہاں تیری خرامِ ناز میں

دل مرا وقف ہو چکا جلوۂ رنگ رنگ کا | ناصیہ سجدہ ریز ہے کعبۂ خانہ ساز میں

دیکھ لے اسمیں ہیں نہاں میری عبودیت کے راز | سجدے کے جو نشان ہیں ناصیۂ نیاز میں

تیری سمجھ سے ہے بلند ہستیٔ رازِ کائنات | عقل پہ کر نہ جبر تو کوششِ امتیاز میں

گو ہے سکوں بھی ایک چیز پر وہ تڑپ [illegible] | ہائے وہ سوز اب نہیں پردۂ دل کے ساز میں

یا تو اجل کے ساتھ آئے سحر کفن بدوش | یا کوئی پھر کمی نہ ہو میری شبِ دراز میں

چھیڑ کے مجھکو ہمنفس محو طرب ہیں کسقدر نالۂ غم ہے مضطرب پردۂ دل کی ساز میں

کشمکشِ حیات میں اے اجل اختصار کر یاس کا رنگ آ چلا کوششِ چارہ ساز میں

ثاقبِ محو بیخودی تجھکو تلاش ہے کہاں

سُن وہ صدا لئے دلفریب اپنی ہی لَے کی ساز میں

قفس میں عشرتِ گلشن کا سوگوار ہوں میں اسیرِ جور رہین غمِ بہار ہوں میں

فسردہ خاطری و رنجِ بیکسی کو نہ پوچھ خود اپنے ذوقِ محبت کا سوگوار ہوں میں

خوشی ہو جسکے لئے ایک لفظِ بے معنی جہاں میں آہ وہ بربادِ روزگار ہوں میں

سنو سنو پسِ پردہ یہ کوئی کہتا ہے کہ ذرّے ذرّے میں ہستی کے جلوہ بار ہوں میں

یہ مختصر ہے بیاں میرے رنج و حرماں کا رہینِ لذتِ غمہائے روزگار ہوں میں

سکونِ خاطرِ غمگیں و ناتواں کے لئے تری نگاہِ کرم کا امیدوار ہوں میں

وفورِ ضبطِ محبت نے کیا کیا ثاقب

کہ خامشی پہ بھی رسوائے روزگار ہوں میں

چشم خونبار نہیں وہ دلِ دلگیر نہیں کیوں میں حشر میں کہدوں تری تقصیر نہیں

دیکھنے والے مرقع کے ذرا غور سے دیکھ — رنگِ خوں ہے یہ مرا شوخیٔ تصویر نہیں

ذرّے ذرّے کو بنا خوں سے اپنے رنگین — دلِ خوں گشتہ کی کامل ابھی تفسیر نہیں

جوشِ گل دیکھ کے کرتا ہوں قفس میں نالے — گو سمجھتا ہوں مری آہ میں تاثیر نہیں

میری صورت سے سمجھ لو میری کیفیتِ عشق — وارداتِ غمِ دل درخورِ تقریر نہیں

ہوچکا ختم وہ دیوانۂ الفت شاید — صبح میں کیوں اثرِ نالۂ شبگیر نہیں

کردیا یاس نے اسبابِ جہاں سے فارغ — اب مجھے شکوۂ ناکامیٔ تدبیر نہیں

کامیابی ہے تری توڑ دے یہ سازِ جمود — خندہ زن پردۂ تدبیر میں تقدیر نہیں

آب و گل میں ہے مقید مری ہستی کا وجود — ہاں بظاہر تو مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

چھوڑ دے تو دلِ وارفتۂ ثاقب کا علاج
چارہ گر اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں

نمایاں ہیں ستم کی شوخیاں رفتارِ دلبر میں — وہ فتنہ کیا جو خوابیدہ لئے ہے آغوشِ محشر میں

کہیں برہم نہ ہوجائے نظامِ حشر کا دفتر — لئے جاتے ہیں اک دیوانۂ الفت کو محشر میں

تمہاری بے نیازیہائے بیجا نے مٹا ڈالا — اسی اک آرزو کو تھی جو میرے قلبِ مضطر میں

یہ کیا اک اشک نے خانہ خرابی کی بنا ڈالی ۔۔۔ کہ باقی ہیں ابھی تو ہفت قلزم دیدۂ تر میں

ہجومِ خلق کا پردہ بنا ہے جوشِ حیرانی ۔۔۔ نگاہیں کس طرح ہوں روشناسِ جلوۂ محشر میں

وہ محرومِ تمنا جسکی قسمت میں نہ ہو راحت ۔۔۔ تلاشِ مدعا کسطرح کرتا غم کے دفتر میں

مکمل اب ہوئی کیفیتِ شانِ جنوں میری ۔۔۔ کہ ٹکڑے ہیں گریباں کے مرے دامانِ محشر میں

زبانِ دادخواہی ہے کہ ثاقب آہ کے شعلے

بگولے مرتعش ہیں دامنِ صحرائے محشر میں

یا وہ جذباتِ تمنا اہلِ گلشن میں نہیں ۔۔۔ روح کی جوشِ آفرینی یا مرے تن میں نہیں

جلنے سے آسودہ ہو میری شعلہ سامانی کا ذوق ۔۔۔ وہ تپش اندوزیاں اس برقِ ایمن میں نہیں

اے نسیمِ صبح اک افسردہ خاطر کے لئے ۔۔۔ کوئی تسکین کا ذریعہ تیرے دامن میں نہیں

مشتعل ہے میرے دل میں خانہ ویرانی کی آگ ۔۔۔ برق تیری روشنی جب سے نشیمن میں نہیں

ہو چکی تکمیل شاید میرے ذوقِ عشق کی ۔۔۔ سرخیٔ خونِ رگِ جاں نوکِ سوزن میں نہیں

زیبِ زینت خاک ہو گی وہ سرِ بزمِ عشق کی ۔۔۔ خوں کی گلکاریاں بھی جسکے دامن میں نہیں

او بچا کر جانے والے اپنا دامن قبر سے ۔۔۔ خاک بھی ہستی کی میری میرے مدفن میں نہیں

کر دیا ہے میں نے خود آہوں کو اپنی بے اثر — کون سی تاثیر ورنہ میرے شیون میں نہیں

جتنی گلکاری کا ساماں دامنِ ثاقب میں ہے
دہر کی اتنی بہاریں صحنِ گلشن میں نہیں

ظلم کر ظلم سے مجھے شکوۂ بیداد نہیں — خوگرِ ضبط ہوں منت کشِ فریاد نہیں

شاد ہوں شاد مجھے شکوۂ صیاد نہیں — ظلم کرتا ہے مگر مانعِ فریاد نہیں

پھر بھی آمادہ فریاد ہوں اللہ رے جوش — جانتا ہوں کہ مجھے طاقتِ فریاد نہیں

ملتا جلتا ہے مرے گھر سے یہ ویرانۂ دشت — یہ نہ سمجھو مجھے غربت میں وطن یاد نہیں

میں ہوں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا انتظام — وہ سمجھتے ہیں کہ اب طاقتِ فریاد نہیں

ایک بھولا ہوا افسانہ ہے ایّامِ شباب — ہائے آغازِ محبت مجھے اب یاد نہیں

مجھ سے میرے دلِ برباد کا انجام نہ پوچھ — رحم کر رحم کہ اب طاقتِ فریاد نہیں

حالِ زارِ دلِ غمدیدہ کہوں کیا ثاقب
اب تو گزری ہوئی باتیں مجھے کچھ یاد نہیں

وہ امیدیں اُنکی بربادی کا ساماں ہوگئیں — چار دن بھی جو دلِ عاشق میں مہماں ہوگئیں

مٹتے مٹتے یادگاریں وقفِ نسیاں ہوگئیں
اب وہ اگلی صحبتیں خوابِ پریشاں ہوگئیں

مخلصی پائینگے کیا دابستگانِ زلفِ یار
یہ بلاکش ہستیاں بانوئ زنداں ہوگئیں

پیچلی پردوں کی کثرت بے حجابی کی طرف
غفلتیں مجھکو سبق آموزِ عرفاں ہوگئیں

کردیا ناکامیٔ قسمت نے محروم اثر
چند آہیں دل میں تھیں وہ بھی پریشاں ہوگئیں

حسن کی شان تغافل نے کیا محروم دید
حسرتیں منھ دیکھکر میرا پشیماں ہوگئیں

مختصر یہ ہے ہمارے دل کی بربادی کا حال
جمع تھیں کچھ آرزوئیں وہ پریشاں ہوگئیں

کیا کلیجہ بھی لہو ہو جائیگا دل کی طرح
چند بوندیں پھر سرِ مژگاں نمایاں ہوگئیں

یہ کسی نے روح پھونکی یا دیا درسِ فنا
آج کلیاں باغ میں جتنی تھیں خنداں ہوگئیں

نبض کرنا سخت جاں کا کسقدر دشوار تھا
رخ پہ سو سو بار وہ زلفیں پریشاں ہوگئیں

مثلِ غالب جوشِ گریہ کا رہا ثاقب اگر
"دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہوگئیں"

حقیقت عالمِ ہستی کی اہلِ دل سمجھتے ہیں
فنا کے ذوق میں ہر جلوے کو باطل سمجھتے ہیں

سکونِ یاس کا ہونا ہے ہستی سے جدا ہونا
محبت میں اسی کو موت اہلِ دل سمجھتے ہیں

تھکا کر جس جگہ راہِ طلب نے روک رکھا ہے
اسی کو ہم وفورِ عشق میں منزل سمجھتے ہیں

نگہ کی شعبدہ کاری یہ دھوکہ میں نہ آجائیں
یہ موجیں ہیں جنہیں غفلت سے ہم ساحل سمجھتے ہیں

وہ غم ہے غم جسے ہم جانتے ہیں مدعائے دل
وہ دل ہے دل جسے کونین کا حاصل سمجھتے ہیں

ازل سے رازدارِ ہستی بے بود ہیں ثاقب
خراباتِ مغاں میں ہم اُسے کامل سمجھتے ہیں

اب آشنائے عرضِ تمنا زباں نہیں
کیا لطف ہے کہ حرفِ ہوس درمیاں نہیں

بیدادِ حسنِ یار سے میں بدگماں نہیں
کیا پوچھتے ہو کیوں مرے لب پر فغاں نہیں

تم کیا گئے کہ رنگ زمانہ بدل گیا
گویا وہ اب زمیں نہیں آسماں نہیں

لیتا ہے دل ہی کچھ مزہ کاہشِ فراق
لذت شناسِ دردِ محبت زباں نہیں

جو کچھ ہوا وہ دل کا غلط اضطراب تھا
حاشا نگاہِ ناز سے میں بدگماں نہیں

وہ آہ شعلہ بار ہو یا داغِ سوزِ غم
خوش ہوں کہ بے چراغ مرا آشیاں نہیں

ممنوں ہوں میں دل سے ترا وحشتِ خیال
آزاد ہوں کہ فکرِ جہاں ہم عناں نہیں

جب عشق خام تھا مجھے احساسِ درد تھا
اب کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہے کہاں نہیں

اُف رے فریبِ عشق کہ میں انکے سامنے
ہوں اس طرح خموش کہ منھ میں زباں نہیں

اک دل پہ منحصر ہے بساطِ نشاطِ دہر
یہ شادماں نہیں تو کوئی شادماں نہیں

دیتا ہوں داد اس دلِ صبر آزما کو میں
جو نا امید تو ہے مگر بدگماں نہیں

کیوں ایک ہی نگاہ میں ثاقبؔ ہے ترکِ ہوش
یہ التفاتِ دوست ہے کچھ امتحاں نہیں

تسکینِ مرگ بھول گیا اضطراب میں
اللہ پڑ گیا مرا دل کس عذاب میں

اللہ رے فروغِ رخِ برق تاب میں
مستی میں ہے شباب کہ مستی شباب میں

اے دستِ شوق آج وہ آئے ہیں خواب میں
دامن نہ چھوٹ جائے کہیں اضطراب میں

ہر نقشِ خیال بنا اور مٹ گیا
امید اب کہاں دلِ خانہ خراب میں

جویائے عیش و طالبِ راحت نہیں ہوں میں
اک لطف آ رہا ہے مجھے اس عذاب میں

بیگانۂ قرار ہوں امید و یاس سے
اک کشمکش ہے اس دلِ خانہ خراب میں

بیتابیٔ فراق کا عالم نہ پوچھیے
دامانِ ضبط بھی ہے کفِ اضطراب میں

تری خاطر سے یہ ہم اے ستم ایجاد کرتے ہیں
کہ اپنے دل کی دنیا آپ ہی برباد کرتے ہیں

ترے خواب جوانی کا یہ ہے پاس ادب ظالم
جب آدھی رات آتی ہے تو ہم فریاد کرتے ہیں

تجھے بھی کچھ خبر ہے عہد و پیماں بھولنے والے
کہ ہوش آتا ہے جب ہم کو تجھی کو یاد کرتے ہیں

معاذاللہ یہ مجبوریاں آداب الفت کی
کہ اپنے دل کو ہم لذت کش بیداد کرتے ہیں

فضا میں کیوں تلاطم ہے ہوائیں کیوں پریشاں ہیں
اسیران بلا کس کو قفس میں یاد کرتے ہیں

اور خاطر میں تری کیا ستم ایجاد کروں
تری بیداد پہ صدقے دل ناشاد کروں

دل میں آتا ہے کہ دنیا نئی آباد کروں
بیٹھ کر گوشۂ عزلت میں تجھے یاد کروں

ہو چکا نذر وہ پہلے ہی جفائے پیہم
دل کو اب اور میں کیا خوگر بیداد کروں

مٹ گئی آہ وہ اب وسعت دنیائے خیال
کس طرح اس دل ویران کو میں آباد کروں

کہیں برہم نہ ہو شیرازہ نظم عالم
ورنہ جی میں تو یہ آتا ہے کہ فریاد کروں

مفت میں کس لیے شرمندۂ تاثیر ہوں میں
گر اثر ہو مری آہوں میں تو فریاد کروں

طرفہ فریب میدہد جلوۂ روئے یار من — گاہ سکونِ دل بود گاہ برد قرارِ من

چند عناصر است ایں گلشنِ کائنات را — نقشِ من و نگارِ من رنگِ من و بہارِ من

بزمِ تلونِ جفا رونقِ خود ز دست داد — حیف بخاک خوں تپید ایں دلِ بیقرارِ من

خندۂ دلکشائے تو موجِ شراب می کشد — چشمِ سیاہِ مست تو تازہ کند خمارِ من

کار بہ تختیم رسید سختیٔ طینتش چو دید — عذر بحیلہ میکند نالۂ دل فگارِ من

گلشنِ ثاقبِ حزیں ز آتشِ غم خراب شد

باد سموم شد وزاں سرد شدہ بہارِ من

مٹا کر اپنی ہستی کو غبارِ کارواں کرلوں — نشاں اسکا ملیگا پہلے خود کو بےنشاں کرلوں

بہت مشکل ہے پوری شرحِ غمہائے نہاں کرلوں — اگر وجدان و کیفیات کو بھی ہمزباں کرلوں

یہاں تک دل میں پیدا وسعتِ کون و مکاں کرلوں — کہ تیرے درد کے ہر لطف کو دلمیں نہاں کرلوں

فضائے دل کا اک اک ذرہ یہ تعلیم دیتا ہے — کہ ہر ہر سانس کو میں مستقل اک داستاں کرلوں

ٹھہر جا ایک لمحے کے لئے اے شوقِ نظارہ — ذرا میں دل کی طاقت کا تو پہلے امتحاں کرلوں

نہیں گر رخصتِ سیرِ چمن کچھ غم نہیں ثاقب

میں اپنے سرخ اشکوں سے قفس کو گلستاں کروں

چارہ گر آئے ہیں کب دیکھئے سمجھانے کو
جب نہیں ہوش بھی باقی ترے دیوانے کو

شمع نے بزم میں کیا جانئے کیا اُس سے کہا
کہ سرِ شام ہی نیند آ گئی پروانے کو

خام ہے خام ابھی تیری تمنائے جمال
اور تاریک بنا دل کے سیہ خانے کو

ہو چکی دہر میں کامل مری رسوائی عشق
کاش سنتے کبھی تم بھی مرے افسانے کو

ایسی کس کام کی محمود تری بت شکنی
جب تو توڑ سکا دل کے صنم خانے کو

یہ وہی دل ہے کہ آتے ہوئے ڈرتی تھی امید
کر دیا کس نے گلستاں مرے کاشانے کو

رفتہ رفتہ دلِ غم کوش بہل جائیگا
جاؤ جاؤ نہ سنو تم مرے افسانے کو

جب کبھی جا کے سناتا ہوں انہیں قصۂ غم
جذبۂ شوق بڑھا دیتا ہے افسانے کو

ہو چکی تھی مری امید وفا بھی تاریک
کر دیا کس نے منور مرے کاشانے کو

ایسے مایوس کو کیا دیگی فریب اے دنیا
زیست کا راز سمجھتا ہو جو مر جانے کو

نیند آئی جو اسے وقت سحر اے ثاقب
لے لیا شمع نے آغوش میں پروانے کو

جور میں شانِ کرم بھی کہیں مستور نہ ہو
ستمِ دوست سے نالاں دلِ مجبور نہ ہو

سعی مشکور نہ ہو دل سے الم دور نہ ہو
ہائے مجھ سا بھی جہاں میں کوئی مجبور نہ ہو

شوقِ اظہارِ تمنا لئے جاتا ہے مجھے
ہمنوا اور جو سننا انہیں منظور نہ ہو

نغمۂ عیش ہے تمہیدِ صدائے ماتم
دیکھ اتنا دلِ مدہوش تو مسرور نہ ہو

کاش وہ صحنِ گلستاں میں قفس ہی رکھدے
یہ بھی شاید مرے صیاد کو منظور نہ ہو

دور کیوں جاتے ہو تم دیکھ لو دل ہی میں کلیم
یہی ناچیز سی شے جلوہ گہِ طور نہ ہو

اس کی بربادیٔ دل پوچھتے کیا ہو ثاقب
لب ہلانے کا بھی جس شخص کو مقدور نہ ہو

نہ ہوں میں ظلم کے قابل نہ ہے تابِ فغاں مجھکو
دعا دیتا ہوں اب میں آسماں کو آسماں مجھکو

وہ عالم ہے کہ ملتا ہی نہیں اپنا نشاں مجھکو
لئے جاتی ہے میری بیخودی یارب کہاں مجھکو

فنا کا ذکر ہی کیا زندہ باش اے مرگِ مایوسی
ملی ہے تیرے صدقے میں حیاتِ جاوداں مجھکو

نہ اب میں ہوں نہ عالم ہے نہ عالم کا نشاں باقی
تصور نے ترے اے دوست پہونچایا کہاں مجھکو

تنا بیمار سوئے شمع کس حسرت سے تکتا تھا
اشارا تھا کہ سمجھو رات بھر کا میہماں مجھکو

چلو اچھا ہوا دل مٹ گیا جھگڑا چکا ثاقب
کہ اب باقی نہیں اندیشۂ سود و زیاں مجھکو

دل خوگرِ تپش نہ ہو درد آشنا نہ ہو | اب مدعا یہ ہے کہ کوئی مدعا نہ ہو
جھکتی ہے بہرِ سجدہ، جبینِ نیاز کیوں | حیرت سے دیکھتا ہوں ترا نقشِ پا نہ ہو
رنگینیاں جراحتِ دل کی نہ دیکھئے | میری طرح بھی کوئی شہیدِ جفا نہ ہو
ایسی کبھی بہار میں رنگینیاں نہ تھیں | شاید کسی کا خونِ تمنا ملا نہ ہو

دشوار ہے کہ طے ہوں محبت کی منزلیں
جب تک کہ خود ہی جذبۂ دل رہنما نہ ہو

خونبارِ چشم کیوں نہ ہو عنوانِ آرزو | صرفِ جنونِ شوق ہے سامانِ آرزو
پھر دل کی حسرتوں میں ہے اُمید کی نمود | پھر ہو چلی ہے یاس پشیمانِ آرزو
تیری نگاہِ شوق ہے یا برقِ اضطراب | تیری اداے حُسن ہے یا جانِ آرزو
دل میں وہی خلش ہے وہی ذوقِ جاں گداز | پھر چاہتا ہوں لذّتِ پیکانِ آرزو
ہے کارنامۂ غمِ الفت جگر خراش | لکھتا ہے دل کے خون سے عنوانِ آرزو

پرجوش ولولوں کا تلاطم ہے موجزن　　اس مختصر سے دل میں یہ طوفانِ آرزو

تمنا کسی کے غم میں دلیلِ حیات ہے　　کتنا ہے دلفریب یہ عنوانِ آرزو

ثاقب کسی کی یاد سے رگ رگ میں ہے خلش

پنہاں ہیں دل میں خارِ بیابانِ آرزو

خدا جانے کہ کیا انجام ہو پھر کشتۂ غم کا　　ذرا ٹھہرو ٹھہر کر رقصِ بسمل دیکھتے جاؤ

ابھی تو آنسوؤں میں خون کی سُرخی سی آئی ہے　　ذرا گلکاریٔ خونابۂ دل دیکھتے جاؤ

تمہیں معلوم ہو جائیگی بربادی مرے دل کی　　کہ جس میں تم رہے ہو اب وہ منزل دیکھتے جاؤ

نہ دیکھا ہو اگر تم نے کبھی ٹوٹا ہوا ساغر　　تماشائے شکستِ شیشۂ دل دیکھتے جاؤ

نہ جاؤ طور پر موسیٰ کہ وہ بے کیف جلوے ہیں　　تجلی زارِ عرفاں ہے مرا دل دیکھتے جاؤ

نہ دیکھی ہوگی تم نے یاس کی ہنگامہ آرائی

مرے دل میں ذرا ماتم کی محفل دیکھتے جاؤ

زندگی غم کا اپنی اب نہ ماتم کیجئے　　روح کو لذت کشِ غمہائے پیہم کیجئے

آدمیت کا تقاضا ہے کہ ماتم کیجئے　　زندگی وقفِ بلائے حسرت و غم کیجئے

...یئے مضمر ہے اس میں برہمی کائنات — سوزِ غم اور سوزِ الفت کو نہ باہم لیجئے

...لاب رنج و غم سے لیجئے عبرت کا درس — عیش کی گھڑیاں ہیں جتنی صرفِ ماتم کیجئے

...یئے ہاں پھر مجھے گہری نظر سے دیکھئے — کیجئے ہاں پھر فضائے دل کو برہم کیجئے

...چکا اب چارۂ ناکامیٔ غم ہو چکا — اس دلِ اندوہ گیں کو صرفِ ماتم کیجئے

...اہشِ دل بڑھ گئی ہے وسعتِ محدود سے — ظاہری عالم سے پیدا اور عالم کیجئے

...ٹ گیا اچھا ہوا اک حشر در آغوش تھا — منتشر ذراتِ دل کو اب نہ باہم کیجئے

...دہ پردہ پھر شکایت ہائے بیرنگی بجا — پہلے دل کو رازِ سربستہ کا محرم کیجئے

...نلائے کشمکش ہو جائیگی جانِ حزیں — دل کو کیفیاتِ پنہاں کا نہ محرم کیجئے

اضطرابِ قلبِ مضطر کا یہی ہے اک علاج
دل کے شیرازے کو ثاقب آپ برہم کیجئے

...بس اک اشکِ دمِ آخر میں دنیائے فغاں کہہ دی — اسی اک حرف میں دل نے کتابِ داستاں کہہ دی

...سکونِ یاس میں بھی ہے وہی اندازِ بیتابی — یہ کس نے دل کے ہر ذرّے میں اک برقِ تپاں کہہ دی

...ہیں تو بیخودیٔ عشق میں مقصود سجدہ تھا — یہاں یہ ہوش تھا کس کو کہ پیشانی کہاں کہہ دی

فسانہ ہو چکا تھا عہد وشیں تو نے ای صیاد
نظر کے سامنے کیوں لا کے خاکِ آشیاں رکھدی

مری اس لغزشِ مستانہ پر ہشیاریاں صدقے
جبینِ شوق بھر سجدہ پیرِ مغاں رکھدی

بہار آتے ہی آتے اس جنونِ فتنہ ساماں نے
ہر اک گوشہ میں دل کے وسعتِ کون و مکاں رکھدی

رہِ الفت میں ثاقب پختہ کاری کا یہ عالم تھا
نہ اٹھی عمر بھر اس در سے پیشانی جہاں رکھدی

نگاہِ رحم اس پر اے ستم ایجاد رہنے دے
دلِ ناشاد کو لذت کشِ بیداد رہنے دے

دلِ ناشاد کو یادِ وطن سے شاد رہنے دے
فلک اس گھر میں اک دنیائے غم آباد رہنے دے

صبا خاکِ مزارِ کشتۂ بیداد رہنے دے
ارے کچھ یادگارِ حسرتِ برباد رہنے دے

یہ مانا میں نے دلکش ہیں مناظر شامِ غربت کے
مگر جب چین سے مجھکو وطن کی یاد رہنے دے

میں ناکامِ تمنا ہوں میں مایوسِ مداوا ہوں
مجھے وقفِ الم اے کوششِ برباد رہنے دے

تمنائے نشیمن ہے نہ اب پروائے آزادی
قفس ہی میں مجھے للہ اے صیاد رہنے دے

جسے تم زندگی سمجھے ہو وہ اک محشرِ غم ہے
کہاں ممکن دلِ بیتاب مجھکو شاد رہنے دے

ترے الطاف بے حد ہیں مری تمہید بربادی
یہ رحم پر ستم اے بانیِ بیداد رہنے دے

محبت پھول برساتی ہو آکر میرے مدفن پر
گر شاید یہ منظر چرخِ بے بنیاد رہنے دے

جب کبھی مسکرا دیا تو نے	درد کو کر دیا دوا تو نے
میں ہوں ممنون اے جفا پیشہ	دل کو غم آشنا کیا تو نے
میں اسی ابتدا کی ہوں تمہید	جس کو لا انتہا کیا تو نے
اک مسرّت ہے غم میں بھی حاصل	کر دیا خوگرِ جفا تو نے
صاف آتی نہیں ہے اب آواز	نزع میں آہ کیا کہا تو نے
وجہ تسکینِ دل ہوا جب درد	درد کو کر دیا دوا تو نے
بڑھ گیا اور بھی حجابِ نظر	عام جلوہ اگر کیا تو نے
منکشف کر دیئے حیات کے راز	خوب جب آزما لیا تو نے
سُن کے مجھ سے مری حکایتِ دل	کیا کیا مسکرا دیا تو نے
وجہِ ماتم ہے حاسدوں کے لئے	مجھکو جادو نوا کیا تو نے

تیری ہمت پہ آفریں ثاقب

تھا جو دل میں وہ کہدیا تو نے

کامل جب اُن کے حسن کی تشہیر ہو گئی — دنیا تمام عشق کی تصویر ہو گئی

یہ اتحادِ صورت و معنی تو دیکھئے — تصویرِ عشق، حسن کی تصویر ہو گئی

اے بے ادب یہ عذر بھی تہذیب ہے کوئی — جوشِ کرم کو دیکھ کے تقصیر ہو گئی

اشکوں نے خشک ہو کے دیا آج یہ پیام — پوری کتابِ عشق کی تفسیر ہو گئی

پھر حسنِ بے حجاب نے حیراں بنا دیا — پھر تنگ میرے پاؤں کی زنجیر ہو گئی

ثاقب نوازشِ نگہ سحر کار سے
کتنی مرے فسانے کی تشہیر ہو گئی

مدد اتنی تو کر اے جذبۂ دردِ نہاں میری — تمنا ہے وہ میرے منہ سے سُن لیں داستاں میری

کسی دن دیکھ لینا رنگ لائیگی فغاں میری — بگاڑیگا کہاں تک بات تو اے آسماں میری

غمِ دنیا و دیں سے کیا تعلق میں وہ میکش ہوں — کہ ہے خاکِ شفا خاکِ درِ پیرِ مغاں میری

معاف اے ہمصفیرانِ قفس جرمِ نوا سنجی — ابھی نا آشنائے ضبطِ الفت ہے فغاں میری

وہ محفل ہے کہ ثاقب امتحاں گاہِ محبت ہے

نگاہِ فتنہ زا اُون کی ہے جانِ ناتواں میری

ب جمال ہا رِنگ گفتار ہو نہ جائے
اب عرضِ شوق بھی مجھے دشوار ہو نہ جائے

ہ یاس و کاہشِ تنہائے جانگسل
ڈرتا ہوں روح جسم سے بیزار ہو نہ جائے

تِ نشاطِ درد کی بھی کچھ خبر نہیں
اتنا بھی کوئی محوِ غمِ یار ہو نہ جائے

ایں ہے درد آنکھ میں آنسو لبوں پہ آہ
کیوں زندگی فراق میں دشوار ہو نہ جائے

ستاخیاں نسیمِ سحر اس قدر نہ کر
وہ مستِ نازِ خواب سے بیدار ہو نہ جائے

ھیں جھکی ہوئی ہیں تبسم لبوں پہ ہے
اس کشمکش میں جان کو آزار ہو نہ جائے

ثاقب یہ زورِ طبع خداداد ہے اگر
پھر کس طرح سے شہرتِ اشعار ہو نہ جائے

ا آسماں کو دیکھتا ہوں آسماں مجھے
اچھا ہوا کہ بھول گئے مہرباں مجھے

س ہو گیا ہوں کچھ ایسا قفس سے میں
آتا نہیں ہے یاد بھی اب آشیاں مجھے

قت نہیں کہ ضبط کروں رازِ غم مگر
خاموش کر رہی ہے یہ میری زباں مجھے

ا پھر تو جلوہ بار ہو لے برقِ طور سوز
ہاں ہاں ابھی ہے حوصلۂ امتحاں مجھے

مر کر بھی کشمکش ہے وہی حسن و عشق کی   دینا پڑے نہ حشر میں بھی امتحاں مجھے

میرے لئے مرقع عبرت ہے کائنات   اک درس دے رہی ہے بہار و خزاں مجھے

جب طاقتوں نے میری مجھے دیدیا جواب   پھر کیا پکارتا جرس کارواں مجھے

ثاقب کسی سے اپنی تباہی کا کیا گلہ

خود سعی جستجو نے کیا بے نشاں مجھے

ہم صفیر و نغمۂ تازہ مرے شیون میں ہے   میں گرفتار قفس ہوں اور قفس گلشن میں ہے

دیکھ لے میرے دل برباد کی ہے یہ بساط   خون کا ناچیز قطرہ جو ترے دامن میں ہے

دیکھ اس کو برق مضطر تو نگاہ رحم سے   میری قسمت کا بھی اک دانہ اس خرمن میں ہے

میری نظریں کس طرح دیکھینگی تجھ کو منفعل   کاش مٹ جائے وہ دھبہ جو ترے دامن میں ہے

جل بجھا جو دل میں تھا صبر و شکیب اے برق حسن   اب فقط اک مشت خاک اس سوختہ خرمن میں ہے

نقش ناکامی مٹے سنگ لحد سے کس طرح   یعنی اک دنیائے حسرت میرے اس مدفن میں ہے

جانتا ہوں میں اسی کو حاصل صد زندگی   ہاں وہ اک طوق محبت جو مری گردن میں ہے

دیکھ لے میری تپش اندوزیوں کا یہ ثبوت   دل کی بیتابی کا نقشہ برق کے دامن میں ہے

لہو دل کا جو تھا سرمایہ دارِ زندگی ۔۔۔ کچھ ہے میری آستیں میں کچھ ترے دامن میں ہے

دل مرا ثاقب ہی خود ہے مرکزِ انوارِ دوست
کون سا مخصوص جلوہ وادیٔ ایمن میں ہے

فتگوئے عشق بھی گویا طلسمِ راز ہے ۔۔۔ جسکا آغاز انتہا ہے انتہا آغاز ہے

ں صدائے کیف پرور اک نوائے سرمدی ۔۔۔ میرے ہر تارِ نفس میں زمزمہ پرداز ہے

ازِ دل ہی پر نہیں ہے منحصر نالہ مرا ۔۔۔ جس صدا میں درد ہو میری وہی آواز ہے

اے مغنیٔ ازل پھر کوئی نغمہ جاں گداز ۔۔۔ پھر ہر اک ذرہ جہاں کا گوش برآواز ہے

شیاں بھی سامنے ہے، رخصتِ صیاد بھی ۔۔۔ ہاں مگر ذوقِ اسیری مانعِ پرواز ہے

اے سمجھ لے کاش تو میرا آلِ زندگی ۔۔۔ میرے شہپر میں ابھی تک طاقتِ پرواز ہے

بوں ہے بتیابی تجھے وہ کوندتی ہیں بجلیاں ۔۔۔ ہاں ادب اے دل قریب انکی حریمِ ناز ہے

شاعریِ ثاقب کی ہے جسطرح اک سحرِ حیات
ہستیٔ موہوم بھی اس کی طلسمِ راز ہے

ایامِ مرگ عدو نے شکستہ حال سب مجھے ۔۔۔ ملال دیکھ کے اُن کا ہوا ملال مجھے

میں کس غریب کی تربت کا سبزہ ہوں یارب
زمانہ کس لئے کرتا ہے پائمال مجھے

ضرور تم دلِ بیتاب کو سٹا دینا
تڑپ تڑپ کے یہ کرتا ہی پائمال مجھے

ٹھہر ٹھہر تجھے جلدی پڑی ہے کیوں اے موت
ابھی تو دوست سے کرنا ہے عرضِ حال مجھے

کہیں سکھا نہ گئے ہوں وہی تڑپ دل کو
اب اپنے دل پہ یہ ہوتا ہے احتمال مجھے

چھپا ہوا مری رگ رگ میں نشترِ غم ہے
ذرا سمجھ کے کریں آپ پائمال مجھے

ہر ایک چیز میں جلوہ اسی کا ہے ثاقب
ازل سے دل میں ہے حسنِ رُخ کا خیال مجھے

غمنامۂ الفت کا مضمون بس اتنا ہے
مایوسی و ناکامی انجامِ تمنا ہے

ہر سمت مجھے اس کا جلوہ نظر آتا ہے
ہاں بزمِ تصور بھی کیا بزمِ تماشا ہے

سوزِ غمِ فرقت سے یہ حال ہمارا ہے
جو سانس ہے شعلہ ہے جو اشک ہے چھالا ہے

نظارہ کی حسرت میں اپنے کو فنا کر دے
ہستی تری دیوانے اس حسن کا پردا ہے

گردش سی فلک کو ہے جنبش سی زمیں کو ہے
یعنی مرے نالوں سے عالم تہ و بالا ہے

اُف چاند کی یہ کرنیں کچھ یاد دلاتی ہیں
اس وقت نگاہوں میں اک حسن کی دنیا ہے

بیخود ہوں کچھ ایسا میں کیفیتِ الفت میں — معلوم نہیں مجھکو کیا میری تمنا ہے

کچھ نیند سی آئی ہے بیمارِ محبت کو — اب حال نہ تم پوچھو جیسا ہے بس اچھا ہے

یہ ذوقِ خودی ثاقب جو چاہے کرے ورنہ

ہر قطرہ حقیقت میں خود آپ ہی دریا ہے

دیکھیں کرشمہ اُس نگہِ سحر کار کے — قائل نہیں جو گردشِ لیل و نہار کے

پھر کشمکش میں پڑ گئے دیوانگانِ حسن — آثار ہیں کچھ آمدِ فصلِ بہار کے

پھر سامنا ہے اُس نگہِ برق پاش کا — پھر امتحان ہیں جگرِ داغدار کے

جامہ دری کی وجہ جنوں ہے نہ فصلِ گل — یہ سب کرشمہ ہیں نگہِ سحر کار کے

کرتا ہے بار بار طوافِ حریمِ ناز — دیکھے تو حوصلے کوئی میرے غبار کے

اے انقلاب کل جو تھے سرمایۂ نشاط — ہیں ناگوار آج وہ جھونکے بہار کے

بلبل ہے نالہ ریز تو گل سینہ چاک ہیں — یہ بھی ہیں شعبدے چمنِ روزگار کے

ناکامیِ حیات کو اُس سے نہ پوچھیے — جو اپنے دن قفس میں گذارے بہار کے

ثاقب نظامِ حشر کے سرمایہ دار تھے

یہ چند انقلاب دلِ بیقرار کے

دنیا میں حشر و نشر کا ساماں کیے ہوئے | آتا ہے کوئی بال پریشاں کیے ہوئے

پھر ہے حریفِ جلوہ گہِ عام دل مرا | اجزائے زندگی کو پریشاں کیے ہوئے

پھر لکھ رہا ہوں اُن کو میں دل کی تباہیاں | خونِ جگر کو زینتِ عنواں کیے ہوئے

پھر میں رہینِ لذتِ دردِ جگر ہوں آہ | بربادیٔ حیات کا ساماں کیے ہوئے

پھر جا رہا ہوں جوششِ اظہارِ عشق کو | سینے پہ اپنے زخم نمایاں کیے ہوئے

پھرنے چلی ہے کوئے بتاں میں ہوائے شوق | شیرازۂ خیال پریشاں کیے ہوئے

اے چارہ ساز شدتِ ذوقِ تپش نہ پوچھ | سینہ میں کیسی آگ ہوں پنہاں کیے ہوئے

بیٹھا ہوا ہوں اپنے ہی خونِ جگر سے میں | داماں و آستیں کو گلستاں کیے ہوئے

دیوانے تیرے حشر میں آئے ہیں اس طرح | داغِ جگر کو شعلہ بداماں کیے ہوئے

حیرت سے دیکھنے لگے ثاقبؔ کو اہلِ حشر

پہونچا جو چاک چاک گریباں کیے ہوئے

یاد آئی وحشت میں زنداں کی آبادی مجھے | آج ہے شامِ اسیری صبحِ آزادی مجھے

شیاں میرے لئے ہوگا چمن ہی میں قفس — دے گیا صیاد آ کر قیدِ آزادی مجھے

بے حقیقت ہے یہ سب طوق و سلاسل کا خیال — لے اڑیگا ایک دن یہ جذبِ آزادی مجھے

یست کی پابندیوں سے پائیں صد ہا زحمتیں — کیا دکھائے دیکھئے اب ذوقِ آزادی مجھے

یری آنکھوں میں ہے نقشہ صحبتِ احباب کا — ہے میسر قید میں بھی لطفِ آزادی مجھے

کیا کیا اس حسنِ حیرت زا نے ثاقب کیا کیا

بیخودی کی لا کے اک زنجیر پہنا دی مجھے

ہمنوا سب اپنے اپنے آشیاں دیکھا کئے — اور ہم حسنِ ادائے باغباں دیکھا کئے

کس قدر دھوکے دیئے تو نے فریبِ جستجو — آپ ہی اپنے قدم کے ہم نشاں دیکھا کئے

ناتوانی بھی عجب افتادِ عبرت خیز تھی — دیدۂ حسرت سے گردِ کارواں دیکھا کئے

کس قدر وہ رات بھاری تھی ترے بیمار پر — چارہ گر اٹھ اٹھ کے سوئے آسماں دیکھا کئے

رات میخانہ میں ثاقب جوشِ مے تھا کسقدر

ہم بھی فیضِ ہمتِ پیرِ مغاں دیکھا کئے

وہ نگاہِ نازِ ساقی جو عدوئے ہوش ہے — حاصلِ صد آرزو ہے باعثِ صد جوش ہے

آرزوئے وصل ہے آرائشِ بزمِ خیال
انتظارِ صبحِ محشر یادگارِ دوش ہے

کون بیخود ہو گیا کس پر گری برقِ جمال
کیا تجھے بھی او تغافل آشنا کچھ ہوش ہے

اُف شبِ غم کی اُداسی مجھ سے اے ہمدم نہ پوچھ
اک چراغِ آرزو تھا وہ بھی اب خاموش ہے

کس کا غم برہم زنِ ہنگامۂ محفل ہوا
کیوں اُداسی چھا گئی کیوں انجمن خاموش ہے

اپنی آنکھوں کی قسم مجھکو ابھی آنکھیں نہ پھیر
ہاں ابھی اے ساقئِ ذی ہوش مجھکو ہوش ہے

اب وہ نالے ہیں نہ وہ ارماں نہ وہ سوز و گداز
دل ہے پہلو میں مگر افسردہ ہے خاموش ہے

دیکھنے والو ذرا ثاقب کی صورت دیکھنا
آہ وہ بیکس ہجومِ یاس میں خاموش ہے

لذت شناسِ جور و جفا کو سزا ملے
کچھ تو مری وفا کا ستمگر صلا ملے

مین اُن سے شکوہ سنجِ تغافل ہوں کسلیئے
جب نالے خود ہی مجھکو مرے نارسا ملے

غافل تو بتکدے ہی میں کر سجدۂ نیاز
شاید یہیں سے راہ حقیقت نما ملے

کر دوں میں چاک چاک گریبانِ زندگی
دستِ جنوں کو دل سے تو فرصت ذرا ملے

ثاقب کی راہ عشق میں اللہ ری محویت

سجدے کئے جہاں یہ ترے نقشِ پا ملے

ہم رندِ خراباتی ہیں لطف کے شیدائی — اے ساقیِ خوش نیت اک ساغرِ مینائی

[illegible]کو بھی دیا اس نے یہ ذوقِ فنا کوشی — جس نے تجھے بخشا ہے اعجازِ مسیحائی

ہو ہم سخنِ دشمن وہ خوابِ تخیل میں

اے کاش نہیں دیکھوں یہ منظرِ رسوائی

[illegible]ہ دل ملا ہے جانِ تمنا کہیں جسے — نیرنگِ آرزو کا تماشا کہیں جسے

[illegible]ہ اور پرسشِ غمِ پنہاں دمِ تپش — اک طرزِ دلفریب ہے دھوکا کہیں جسے

[illegible] وقفِ اضطرار ہے یا رہنِ اضطراب — وہ دل کہاں سے لائیں کہ اپنا کہیں جسے

[illegible]ندھوں پہ ہے خرد کا جنازہ لئے ہوئے — اک موجِ دلگداز کہ سودا کہیں جسے

[illegible]ہم و گمان سے دور ہیں تیری تجلیاں — جلوہ وہ ہے نگاہ کا دھوکا کہیں جسے

[illegible]ن جائے کاش نقشِ فنا ہم وہ ہیں — وہ حرف میرے بخت کا لکھا کہیں جسے

[illegible]شتگی اسی کی ہے طغرائے [illegible] — وہ چار ملکے عشق ہیں رسوا کہیں جسے

ثاقب شناورانِ معانی [illegible]

رکھتے ہیں ہم وہ طبع کہ دریا کہیں جسے

نگہِ ناز کرے شوق سے برباد مجھے | ہے مرا ذوقِ نظر مانع فریاد مجھے
صورتِ حرف مٹائے ستم ایجاد مجھے | لبِ تصویر ہوں آتی نہیں فریاد مجھے
ہائے وہ عہدِ تمنا وہ مرا جذبۂ شوق | ایسا بھولا ہے کہ آتا ہی نہیں یاد مجھے
ڈھونڈھتا پھرں نظر آتا نہیں اُس کا جلوہ | شوقِ دیدار کئے دیتا ہے برباد مجھے
ہمنفس بس مری روداد تباہی یہ ہے | رحم آیا نہیں جب کر چکے برباد مجھے
ترے اقرارِ وفا کو وہ مرا دُہرانا | وہ ترا ناز سے کہنا کہ نہیں یاد مجھے

سخت مجبور ہوں میں ضبطِ اَلم سے ثاقبؔ
خود مری آہ نہ کر دے کہیں برباد مجھے

کہتے ہیں جام دل کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کے | کچھ ذوقِ میکشی نہ رہا اُن سے چھوٹ کے
دامن چھڑا کے ہاتھ سے جاتے ہو تم کہاں | مجھکو تباہ کرکے مرے دل کو لوٹ کے
کیا خاک اُس سے ضبط ہو جسکا متاعِ صبر | لیجائے اُن کی شوخ نظر لوٹ لوٹ کے
وعدہ کیا تھا ہم سے گئے اور ہی کہیں | کیا سچ ہے یہ مثل کہ نہیں پاؤں جھوٹ کے

…ے ہیں لالہ گوں شفق آلودہ ہے زمیں　　چھالے بہے ہیں دشت میں لوہو پھوٹ پھوٹ کے

…ہ درد ہی کے دم سے تھا اس زندگی کا لطف　　راحت ملی نہ پھر مجھے اس غم سے چھوٹ کے

ثاقب ہے اور زاویۂ معرفت کی سیر

آزاد ہے وہ قیدِ علایق سے چھوٹ کے

…لون رو رہا ہے لپٹ کر مزار سے　　مضطر ہے روح گریۂ بے اختیار سے

…نم کے اشک، سبزے کی غفلت گلوں کا داغ　　کیا کیا میں لے چلا چمنِ روزگار سے

…نیائے دل میں ایک تلاطم سا ہے بپا　　یوں دیکھتا ہے وہ نگہِ شرمسار سے

ثاقب ہمیں ہیں حسرت و حرماں کی یادگار

زندہ ہے نامِ عشق دلِ بیقرار سے

…ہیں یارانِ مئے باقی نہ لب تک جام آتا ہے　　رُلانے کو خیالِ گردشِ ایام آتا ہے

…م رفتہ کی عظمت کا اثر اب تک ہے لوگوں میں　　کلیجہ تھام لیتے ہیں جو میرا نام آتا ہے

…حبت کی ہواؤں میں نفس کوئی نہیں فانی　　یہی گوشِ خرد میں نغمۂ الہام آتا ہے

…ماں وہ دیدۂ خودبیں کہاں ہستی کے نظارے　　عدم میں ہم کو رہ رہ کر خیالِ خام آتا ہے

کسی کا غمکدہ تاریک ہے اندوہِ حرماں سے
کسی کی صبح عشرت تک چراغ شام آتا ہے

چلی الفت کی آندھی خیر ہو یا رب جوانی کی
کہ ہر جھونکا بجھانے کو چراغ شام آتا ہے

شبِ وعدہ کہیں ہوتی ہے مہماں اہل حسرت کی
سیہ خانوں میں کب ان کے چراغ شام آتا ہے

زہے میخواری بزم چمن کیا وقت ہے ثاقب
خوشا مستی لبوں تک پھول بنکر جام آتا ہے

جان دیتا ہوں قفس میں دونوں پر کھولے ہوئے
حسرت پرواز میں بھی شان ہے پرواز کی

رہنمائے شوق کے پائے طلب بھی شل ہوئے
اور کتنی منزلیں ہیں جلوہ گاہ ناز کی

اب رہائی کی تمنا ہو تو کس امید پر
سلب ہوتی جا رہی ہیں طاقتیں پرواز کی

میں قفس کی زندگی کا اس قدر خوگر ہوا
رفتہ رفتہ حسرتیں بھی مٹ گئیں پرواز کی

محو کر ڈالیں دماغوں سے نشاط انگیزیاں
داستان زندگی یوں عشق نے آغاز کی

ابتدائے آفرینش میں ظہورِ عشق تھا
اس کے آگے کچھ نہ پوچھو ہیں یہ باتیں راز کی

بڑھتی جاتی ہے اُدھر صیاد کی شانِ کرم
گھٹتی جاتی ہے اِدھر طاقت مری پرواز کی

پھونکدی رگ رگ میں جس نے ایک برقِ اضطراب
ہائے ظالم تھی تری پرسش بھی کس انداز کی

سامنے ہے آشیانہ اور قفس کا در کھلا
پوچھتے ہو کیسی کیا حسرت پرواز کی

ذرّے ذرّے میں ہے اے ثاقب وجودِ کائنات
قطرے قطرے میں ہے اک دنیا جہانِ راز کی

تابشِ مہر سے سوا میرے جگر کا داغ ہے
ہے یہی زیبِ بزمِ عشق گوہرِ شب چراغ ہے

رُخ سے عیاں ہے شانِ غم گریہ ہو ترجمانِ غم
سینے میں آگ ہے لگی دل ہے کہ داغ داغ ہے

تیرے جمال کی دلیل پا گئے ہم بہار سے
تیری نمود کا پتہ جلوۂ کوہ و راغ ہے

گلکدۂ خیال ہے ایک بہشتِ آرزو
حسنِ ازل ہے جلوہ ریز اسیر گو دماغ ہے

میں ہوں کہ زخمیٔ ستم وہ ہیں کہ تیغ آزما
میں ہوں کہ بسملِ ادا وہ ہے کہ باغ باغ ہے

کیفِ سرور و بادہ پرستی ہے زندگی
رندِ الست کے لئے مستی ہے زندگی

اعجاز ہے کہ آمدِ فصلِ بہار ہے
ہر ذرّۂ چمن سے برستی ہے زندگی

ہاں پھر تو جلوہ بار ہو اے مستِ نازِ حسن
دنیائے عشق کے لئے مستی ہے زندگی

اب انتشار کا وشِ خارِ الم نہیں
اک عالمِ نشاط ہے مستی ہے زندگی

جس میں کہ آ چلا تھا مرے دل کو ایک لطف
تیری اسی جفا کو ترستی ہے زندگی

آباد اور شاد ازل میں بھی ہم نہ تھے
ویراں ہے ابتدا سے وہ بستی ہے زندگی

اک اک نفس ہے بیخودیٔ شوق کا حریف
کیا عالم نشاط میں مستی ہے زندگی

ثاقبؔ وہ اور ہیں جو سمجھتے ہیں اک ضرر
میرے لئے تو حسن پرستی ہے زندگی

حسرت مرگ ہے اے آرزوئے خام ابھی
چاہیئے عشق کے آغاز کا انجام ابھی

ہجر کے دن ہیں تڑپ اے دل ناکام ابھی
سعیٔ الفت کا بہت دور ہے انجام ابھی

چند عشاق ہیں مخصوص تجلی کے لئے
حشر برپا ہو تو ہو جلوہ گہ عام ابھی

دار شعلہ فشاں ہے کہ ہے وہ جلوۂ حسن
کوئی شے برق سی چمکی ہے سر بام ابھی

عام ہے محفل اغیار نہ بلواؤ مجھے
حسن پر جلوہ فروشی کا ہے الزام ابھی

قبر پر آنے کا وعدہ ہے تو مطلب یہ ہے
اہل حرماں کو میسر نہ ہو آرام ابھی

بے حجابانہ ہے ثاقبؔ سر بالیں کوئی
یہ نہ ہوگا کہ سنوں موت کا پیغام ابھی

رازِ غم چھپ نہ سکے اشک زباں ہو جائے   موجزن دیدۂ خوننابہ فشاں ہو جائے

نئے انداز سے ہو جلوہ نما جذبۂ عشق   دل میں اندوہ بنے لب پہ فغاں ہو جائے

نظر آجائیں فنا اور بقا کے جلوے   اس طرح پیشِ نظر کون و مکاں ہو جائے

یہ بھی ہے خوبیٔ قسمت کہ وہ بیگانہ رہیں   عشق کا حال زمانے پہ عیاں ہو جائے

نظر افروز ہو یوں گوہرِ معنی ثاقبؔ
کہ عدو معتقدِ طبعِ رواں ہو جائے

شوق کی فراوانی تابِ رُخ کا پردا تھی   حسن کی دل افروزی گرمیٔ تماشا تھی

اُف وہ درد کا بڑھنا آنسوؤں کی غمّازی   ہائے میری ناکامی عالم آشکارا تھی

درد و غم کی اُلجھن میں مبتلا رہے ثاقبؔ
زندگی وہ ہاتھ آئی جو الم سراپا تھی

تیری نگاہِ مست آج بزم میں مے فروش ہے   رند تباہ حال ہیں کس کو سبو کا ہوش ہے

دیکھ وہ بارگاہِ حسن دیکھ وہ بے حجابیاں   اے دلِ حسن آشنا آج تو کیوں خموش ہے

مرحبا اے خیالِ دوست حبذا اے جمالِ یار   میرا ہر ایک شعر آج دامنِ گلفروش ہے

اُف رے یہ سحر کاریاں تیرے جمالِ ناز کی　　دل میں ہے ایک جوش سا پھر بھی زباں خموش ہے

مائلِ التفات ہے اُس کی نگاہِ لطف آج

ثاقبِ خستہ کے لئے محوِ جفائے دوش ہے

کہاں لے جاؤں اُمیدوں کی دنیا بزمِ امکاں سے　　کہ قسمت کو شکایت ہے فراوانیِ حرماں سے

ملا ہے وہ گدازِ عشق و ذوقِ دردِ جانکاہی　　فضائیں تھرتھراتی ہیں مرے جذباتِ پنہاں سے

مری ہر سانس ہے ڈوبی ہوئی زہرابۂ غم میں　　حذر اے چارہ گر اندیشہائے فکرِ درماں سے

ترا جلوہ تو بیشک جلوہ بارِ عام تھا لیکن　　شکایت کر رہا ہوں خود میں اپنی چشمِ حیراں سے

خدا حافظ ترا اے قلبِ ویراں اب خدا حافظ　　کہ محرومی کو میری دشمنی ہے میرے ارماں سے

میں صدقے جلوہ آرا تیرے ذوقِ خود نمائی کے　　مرتب کر دیا ہستی کو اجزائے پریشاں سے

میں وہ لذت شناسِ بیکسی ہوں گر مرا بس ہو　　بدل لوں صبحِ عشرت کو میں اپنی شامِ ہجراں سے

ٹھہر کر دیکھتا جا بیکسیِ خانہ ویرانی　　ارے او جانے والے شام کو گورِ غریباں سے

ہر اک ذرہ ہماری دشتِ پیمائی کا شاہد ہے　　سنو گے داستانیں تم ہر اک خارِ بیاباں سے

مجھے بربادیِ ہستی کی کچھ پروا نہیں ثاقب

میں پھر ترتیب دونگا دل کے اجزائے پریشاں سے

اس طرح اپنے عشق کو کامل بنائیں گے
ہر ہر لہو کی بوند کو ہم دل بنائیں گے

اللہ ری عاشقوں کی یہ وقت پسندیاں
ہر سہل کام کو بھی وہ مشکل بنائیں گے

زخم جگر کی داد بھی ملتی نہیں ہمیں
تیری نگہ کو اور بھی قاتل بنائیں گے

اب حسرتیں بھی اپنی پشیمان یاس ہیں
دل کو تمہاری یاد کی منزل بنائیں گے

ثاقب ملے گا درس مرے بعد بھی یہاں
ذرات میری خاک کے کامل بنائیں گے

ہوا ہے سوز و ساز عشق، رنگیں داستاں ہم سے
وگرنہ دل تھا مانند شرر آتش بجاں ہم سے

نیستاں آفریں نکلی دل خاموش کی تربت
نکالی ہر زمانے نے نئی طرز فغاں ہم سے

کہاں تک پردہ داری مرگ دشمن کے تاسف کی
تکلم ریز معنی ہیں تری خاموشیاں ہم سے

سوائے سوز و ساز درد کیا ہے ہستی عاشق
اثر لیتی ہیں حسن و عشق کی نیرنگیاں ہم سے

بہت تخفیف کی تھی خوف سے قاصد نے کہنے میں
کہاں تک مختلف ہوتی مگر وہ داستاں ہم سے

کبھی جو دل کی حالت کیلئے تسکیں کا ساماں تھیں
چھپا لیتی ہیں منہ اب دیکھ کر وہ بجلیاں ہم سے

گزشتہ واقعہ ہیں غمکدہ کے طاق نسیاں پر | کہاں تک دل کیے گا دوستی کی داستاں ہم سے

نہیں معلوم کیونکر چین آیا ہمصفیروں کو | قفس میں بھی نہ چھوٹا جب خیالِ آشیاں ہم سے

نظامِ محفلِ عالم کا گویا راز کھتی ہیں | ارے او شمع محفل یہ تری خاموشیاں ہم سے

ہماری ہستیٔ موہوم وہ ہستی ازل میں تھی | کہ ارواح و ملائک کا یقیں تھا بدگماں ہم سے

جہانِ عشق میں ہم سوختہ سامانِ الفت ہیں
بھلا پھر لیگا کیا ثاقب بگڑ کر آسماں ہم سے

عاشقوں کے واسطے جانِ تمنا بن گئے | تیرے کوچے میں جو پہنچے نقشِ کفِ پا بن گئے

جسقدر نالے کئے تھے میں نے فرقت میں تری | وہ مرے ٹوٹے ہوئے دل کا سہارا بن گئے

تم عیاں ہوتے تو رہتی کس میں طاقت دید کی | جب نہاں ہو کر بھی تم دنیا کا جلوا بن گئے

اُف رے یہ میری تپش کی التہاب انگیزیاں | آنکھ میں آنسو جو آئے ایک شعلا بن گئے

کسقدر کامل تھا تیرا جذبۂ رحم آفریں | اشک جو نکلے وہ عنوانِ تمنا بن گئے

ہمنشیں کیا پوچھتا ہے تو محبت کا مآل | جسقدر ارمان تھے خارِ تمنا بن گئے

دل کی بیتابی کو ثاقب کوستے ہیں اپنی ہم

کیوں تری محفل میں آکر اک تماشا بن گئے

سکون پذیر اگر دل کا اضطراب ہوا
حیاتِ عشق میں اک طرفہ انقلاب ہوا

رہا اگرچہ نہاں پردہ ہائے راز میں وہ
یہ میرا ذوقِ نظر پھر بھی کامیاب ہوا

نگاہِ شوخ رہی بحث کو بجلیوں کی تلاش
مگر کبھی نہ مرے دل کا انتخاب ہوا

کہاں تھی ذوقِ تجسس بین دید کی طاقت
مجھے خبر بھی نہیں کب وہ بے حجاب ہوا

مزانہ پوچھئے گلچینیٔ محبت کا
ورق ورق مجھے افسانۂ شباب ہوا

یہ تیری جلوہ گری اک فریب حیرت تھی
نظر کے واسطے ہر جلوہ اک حجاب ہوا

غلط ہے نازیہ آسودگانِ منزلِ دوست
ہلاک منزلِ جاناں بھی کامیاب ہوا

نہ یاد آکے رلائے زمانۂ عشرت
مجھے وہ عہدِ تمنا خیال و خواب ہوا

غمِ فراق کی روداد کیا کہوں ثاقب
کسی کے ہجر میں جینا مجھے عذاب ہوا

میں آرزوئے وصل سے بھی بے نیاز تھا
بدتو یہ کس کے حسن کا حیرت نواز تھا

ہر ہر قدم پہ عالمِ حیرت تھا مستتر
دنیائے عشق میں یہ نشیب و فراز تھا

واعظ سمجھ سکا نہ حقیقت کے راز کو — سرگشتۂ قیود طلسمِ مجاز تھا

میدانِ حشر میں بھی تھی اُمید التفات — دامانِ آرزو مرا کتنا دراز تھا

ادراک سے بلند ہے مفہوم حسن و عشق — محمود عاشقی میں غلام ایاز تھا

تھا دل کا ذرّہ ذرّہ مرا ارتعاش میں
اک حسنِ بے حجاب جو جلوہ طراز تھا

حسن کی پردہ دری عشق کو منظور نہیں — ورنہ دامانِ اثر ہاتھ سے کچھ دور نہیں

بڑھ کے تو چوم بھی لے شاہدِ معنی کے قدم — دیکھتا ہے تو جسے برق سرِ طور نہیں

استعانت تری درکار ہے اے ہمتِ شوق — منزلِ شاہدِ مقصود تو اب دور نہیں

بے ادب دیکھ یہاں سانس بھی لینا ہے حرام — حسن کی بزم ہے یہ جلوہ گہِ طور نہیں

اللہ اللہ یہ تاریکیٔ بزمِ فطرت — نقش اُمید بھی مٹ جائے تو کچھ دور نہیں

آؤ دیکھیں تو ذرا چلکے وہاں تک ہم بھی — خاص موسیٰ کے لئے جلوہ گہِ طور نہیں

اپنی ہمت کا دکھانا ہے مجھے بھی جلوہ — ورنہ اے دوست سرِ شکوہ منظور نہیں

اک تماشا ہے یہ ترسے ہے عمل و بے عملی — ورنہ مختار ہے انساں بھی مجبور نہیں

اللہ اللہ یہ تری مستِ نگاہی ظالم — کون ہے بزم میں ایسا کہ جو مخمور نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ "العلم حجاب الاکبر" — میری آنکھوں سے تو جلوہ کوئی مستور نہیں

ایک دن وہ تھا کہ رو لیتے تھے دل پر اپنے
ایک دن یہ ہے کہ رونے کا بھی مقدور نہیں

اثر رنگینیوں کا ہو گیا پابندِ زنداں پر — بہاریں آئیں یا بجلی گرے صحنِ گلستاں پر

اُسی نے محو کر ڈالی جفاؤں کی خلش دل سے — جو کیفیت کا عالم تھا ترے حسنِ پشیماں پر

انہیں تاریکیوں میں کچھ حقیقت کی تجلی ہے — نہ ہنس اے صبحِ رنگیں تو مری شامِ غریباں پر

کہاں تک ارتقائی منزلوں کا ذکر اے نادان — ہزاروں حسن صدقے ہیں کمالِ حسنِ انساں پر

یہ کیسی پھر بہاریں آ رہی ہیں صحنِ گلشن میں — کہ سُرخی ہے مرے خوں کی ابھی خارِ بیاباں پر

معاذ اللہ وفورِ یاس و حسرت کا یہ عالم ہے — کہ شبنم بھی نہیں روتی ہے اب خاکِ شہیداں پر

مرے شورِ جراحت کے لئے یہ تنگئ ساماں — ہنسی آتی ہے میرے زخم کو تیرے نمکداں پر

جلا ڈالا تھا جس نے وادئ ایمن کے شعلوں سے — مدارِ زندگی ہے اب مرا اُس سوزِ پنہاں پر

مجھے پروا نہ تھی رسوائیاں ہوتیں زمانے میں — ستم تو یہ ہے تم ہنستے ہو میرے جیب و داماں پر

یہ ذوقِ معصیت میرا عبادت سے بھی ارفع ہے　　　تڑپ جاتی ہے خود رحمت مرے معیارِ عصیاں پر

میرے ہر شعر میں ثاقبؔ حقیقت کی تجلی ہے
کہ تیرا عکس پڑتا ہے مرے جذباتِ پنہاں پر

شبنمِ صبح ہو یا مہر کا ہو تاج زری　　　بزمِ ہستی کی نمائش ہے تری جلوہ گری

بن گیا پردہ رخِ شوق و تمنا کا ہجوم　　　ہو گئی مانعِ دیدار پریشاں نظری

نکہتِ گل کا وہ چھپ چھپ کے قفس میں آنا　　　یاد ہے بادِ صبا کی سے مجھے پیغام بری

تیر بن بن کے جگر پاش ہوئے نالۂ دل　　　ضبط کا نام نہ ہو جائے کہیں بے اثری

کیوں نہ اندازِ جنوں سے ہو محبت کو فروغ　　　حسن سے کم نہیں غنچوں کے لیے جامہ دری

دیکھ اچھا نہیں پھولوں کا بکھرنا بلبل　　　مست و بیخود ہے ترے نغمہ سے شاخِ شجری

شاہدِ مئے نے کیا ہم سے کنارا ثاقبؔ
بن گئی تفرقہ پرداز نوائے سحری

نہ ہوگا کیا کبھی لے کاش اتنا بھی مقدر سے　　　کہ ابر شرمساری آ کے میری خاک پر برسے

معاذ اللہ میری وارفتگی کی حد بھی ہے کوئی　　　نشانِ آشیاں میں پوچھتا ہوں بادِ صرصر سے

فضا میں اک تلاطم ہے ہوائیں رقص کرتی ہیں
کہاں تک جد طاری ہے ترے رنگین ساغر سے

نہ پوچھو ہم سے روداد تباہی مختصر یہ ہے
بجھائی پیاس ہم نے تشنگی میں آب خنجر سے

اٹھا طوفاں کیسا گریۂ ناکامیٔ حسرت
کہ اب ارماں پشیماں ہیں ہمارے قلب مضطر سے

ہجوم رنج تنہائی کا یہ عالم معاذ اللہ
ہماری شام غم کچھ کم نہیں ہے صبح محشر سے

وہی ہیں اہل غم میں آجتک عبرت کا افسانہ
جو آہیں چند نکلی تھیں کبھی اس قلب مضطر سے

کہاں لائے ہیں اس دیوانہ الفت کو اے ثاقب
بدل جائے نہ یہ محشر کہیں اک اور محشر سے

اس محبت نے دئیے ہیں دیدۂ بینا مجھے
پست آتا ہے نظر یہ عالم بالا مجھے

اضطراب دل سے اپنے آپ ہی کھٹکا مجھے
وہ نگاہ حشر ساماں کر نہ دے رسوا مجھے

ہو چکی تکمیل شاید میرے ذوق عشق کی
نقش ہستی کیوں نظر آتا ہے اب بند لا مجھے

موت ہے میرے لئے جب حاصل صد زندگی
پھر فریب زیست کیا دیگی تو اے دنیا مجھے

جانتا ہوں سعیٔ لا حاصل کو اپنی میں، مگر
اک سہارا دے رہی ہے موجۂ دریا مجھے

منزل الفت میں میں دیکھا کیا نقش قدم
اے فریب جستجو تو نے دیا دھوکا مجھے

نقطے نقطے میں ہے جسکے ایک عبرت کا سبق — جوشِ وحشت پھر دکھاتا ہے وہی نقشا مجھے

روح میں میری ہے جس سے آجتک اک ارتعاش — آج اے دل پھر نظر آتا ہے وہ جلوا مجھے

حشر تک ہونگا نہ بارِ خاطرِ احباب میں — میرے خالق نے دلِ بے مدعا بخشا مجھے

منکشف جب ہو گئے کچھ اپنی ہستی کے رموز — قطرے قطرے میں نظر آنے لگا دریا مجھے

گو جوانی جا چکی مدت ہوئی - بھولا نہیں — اس کی رعنائی کا اب تک یاد ہے نقشا مجھے

ربط باہم اس کو کہتے ہیں کہ اپنی شکل پر — دوست کی صورت کا اکثر ہو گیا دھوکا مجھے

تیری پہلی ہی تجلی سے ہوں اب تک مرتعش — دعوتِ جلوہ نہ دے پھر حسنِ خود آرا مجھے

ختم ہونے کو ہیں ثاقب کیا یہ انفاسِ حیات
کیوں نظر آنے لگا عالم تہ و بالا مجھے

پھر کیا کہوں میں تم سے کہ کیا میرا حال ہے — اک حرفِ آرزو پہ جب اتنا ملال ہے

اک حسنِ بے حجاب تو ہے سامنے ضرور — اب تو ہے یا کہ صرف یہ تیرا خیال ہے

کیوں دیکھتے ہو مجھکو تحیر کے ساتھ تم — میں کچھ نہیں ہوں عشق کا سارا کمال ہے

سمجھے گا کیا تو فلسفۂ مرگ و زندگی — ادراک اپنی ذات کا بھی جب محال ہے

عشّاق رعبِ حسن سے خاموش ہو گئے

تیرے جمال میں بھی نہاں اک جلال ہے

جلوہ طرازِ حسن بن چشمِ خیال میں بھی آ
آئینہ سازِ بیخودی بزمِ وصال میں بھی آ

پردہ فگن ہو کیفیتِ دل شیوۂ حال میں بھی آ
حسنِ زباں ہو گلفشاں رنگِ مقال میں بھی آ

خاکِ حریمِ ناز بن دیرِ وصال میں بھی آ
کفر کی قید توڑ کر قال سے حال میں بھی آ

شادی و غم ہوں اک جگہ ہے یہی شرطِ زندگی
محفلِ عیش میں بھی جا کوئے ملال میں بھی آ

طور کی داستاں ہو ختم شعلہ فروزیاں ہوں سرد

مایۂ نازِ دلبری شانِ جمال میں بھی آ

رباعیات

وابستۂ بیخودی نظامِ دل ہے — ساغر کی شگفتگی پیامِ دل ہے

پیدا ہے نوائے نے سے کیف و مستی — نغمہ نہیں کثافتِ مقامِ دل ہے

برسات چمن کو وجد میں لاتی ہے — قدرت کی فضا نشو و نما پاتی ہے

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پر کیف — بھینی بھینی گلوں سے بو آتی ہے

نمناک فضا ہے اور آثارِ چمن — شبنم کی جھلک آئینہ بردارِ چمن

ہیں سبزہ و گل عروسِ نو کی تصویر — حیرت کدہ ہے کہ نقش دیوارِ چمن

موجِ ساغر سے پھوٹ نکلے وہ نور — انوارِ تجلی سے جہاں ہو معمور

ہو پرتوِ مئے سے ذرہ ذرہ روشن — خاکِ درِ میخانہ بنے سرمۂ طور

میخانہ میں آ توبہ سے بیزار بھی ہو — رحمت کی طلب ہے تو گنہگار بھی ہو

عقبیٰ سے نہ ڈر ہوش میں آ اے ثاقب — کوثر وہی پیئے جو میخوار بھی ہو

ہر ذرۂ دل سے ہے آفتابِ توحید
جلوے سے نمایاں ہے شبابِ توحید
موجوں میں ہے ماہیتِ اشیا کا سُراغ
اس شیشے میں ہے بند شرابِ توحید

وسعت جو مشاہدے میں پیدا ہو جائے
نیرنگِ نظر صرف تماشا ہو جائے
دنیا میں یہ انقلاب کی ہے خواہش
میخانہ حرم دیر کلیسا ہو جائے

جذبات ہیں کچھ حد سے نکلنے کیلئے
فطرت ہے ساتھ ساتھ چلنے کیلئے
مذہب ہو معاشرت ہو یا ہوں اخلاق
دنیا ہر چیز ہے بدلنے کے لئے

ہے غرقِ فنا موج ابھرنے والی
پلٹی ہے کہیں وفا نہ کرنے والی
اے اہلِ زمانہ کیا خبر تھی ہمکو
یہ عمر ہے دھوکے میں گذرنے والی

ترشّے میں کسے رازِ خدا ہو معلوم
پردہ بنے بیخودی تو کیا ہو معلوم
دریا میں کیا ہے کس نے موجوں کا شمار
کیونکر قدرت کی انتہا ہو معلوم

گوہر سے سوا عشق میں ہر آنسو ہے　　قطرے قطرے میں ذوقِ سیر جو ہے
موجوں کی روانی ہو کہ قندیلِ حباب　　پڑتی ہے جہاں نگاہ تو ہی تو ہے

صیاد کے بس میں نہ رہا طائرِ روح　　تھا محوِ چمن زارِ لطافت طائرِ روح
تڑپا جو کبھی ٹوٹ گیا رشتۂ دام　　اک نالہ کیا اور اُڑا طائرِ روح

ٹکڑے اُڑے توبہ کے بڑھا جوشِ بہار　　ہاں جام پلا ساقیٔ گل پوشِ بہار
عمامہ ہو زاہد کا مئے سُرخ سے تر　　سجادہ ہو محراب کا آغوشِ بہار

قسمت میں لکھا تھا کہ رہوں مست مدام　　مر جاؤں اگر دفن مرے ساتھ ہو جام
فہرست جو رندوں کی بنی روز ازل　　اُس میں ہوا درج سب سے اوّل مرا نام

محفل میں نہ ہو شمع سے پروانے کی بحث　　مستوں میں نہ ہو ساغر و پیمانے کی بحث
ہاں جلوۂ یار آ دلِ ویراں میں　　ہو ختم ابھی کعبہ و بتخانہ کی بحث

روشن ہے تجلی سے سیہ خانۂ دہر — گلپوش ہے مانندِ شفق جامۂ دہر
ہے رات کی روشنی ندارد دمِ صبح — کیا کرمکِ شب تاب ہے ہنگامۂ دہر

نیرنگِ جہاں تھا چمن آرا دل تھا — نغمہ کی طرح ساز میں یکتا دل تھا
گلچیں نے غضب کیا کسے مل ڈالا — سمجھا تھا جسے کلی وہ میرا دل تھا

ذرّوں کی طرح تاب ہے آئینہ میں — ہر شکل کا ہے جواب آئینہ میں
پتھر کو دیا ہے تو نے اعلےٰ رتبہ — ہے نورِ ازل کی آب آئینہ میں

ناقوس کی آواز نہ ہے شورِ اذاں — ذرّات پہ چھایا ہے خموشی کا سماں
اس راہ میں لایا ہے مجھے شوقِ طلب — خضر و الیاس پا شکستہ ہیں جہاں
واعظ نے ادب پیرِ مغاں کا نہ کیا — تعظیم کو اُٹھے یہ گوارا نہ کیا
رندانِ خرابات نہ ہوں آزردہ — ابلیس نے آدم کو بھی سجدہ نہ کیا

خرہوں رندِ پاک میں ہوں معصوم | پھر کیوں رہوں جرمِ میکشی سے محروم
ونامۂ اعمال میں لکھتے ہیں ملک | اس سے بھی زیادہ ہے خدا کو معلوم

یوں شیخ بتاتے ہیں مجھے الٹی راہ | لڑنے پائے نہ مہ جبینوں سے نگاہ
انع کی تلاش ہے رہِ حسن میں جرم | کیا صنعتِ حق کا دیکھنا بھی ہے گناہ

ذائقہ میں شہد سے بڑھکر مئے تلخ | ہو میوۂ شیریں کے برابر مئے تلخ
رت کا بدلنا ہے اسی کے بس میں | وہ چاہے تو ہو بادۂ کوثر مئے تلخ

ہے شبنمِ گل لطافتوں پر نازاں | ہلکی پتی نزاکتوں پر نازاں
میں کہ گرفتار ہوں رنگ و بو کا | پھر بھی ہوں تیری عنایتوں پر نازاں

جور تو میزانِ فلک بٹ جائے | مرکز پہ نہ قایم ہو زمیں ہٹ جائے
عالمِ اسباب میں طوفاں برپا | سیلاب امنڈ آئے جو دل پھٹ جائے

فریاد کہ مست شب بے نوا ہوں ساقی
تیرا ہوں بُرا ہوں یا بھلا ہوں ساقی
اک قطرۂ جام کو ترستے ہیں لب
اک شاہدِ حسن سے جدا ہوں ساقی

تو ہے اور ذکر جا بجا ہے تیرا
جو وصف ہے "لاعلم لنا" ہے تیرا
ہے کُرۂ ارض یا کوئی حرفِ صفت
گردوں اک نقطۂ ثنا ہے تیرا

غم دل سے بھلا بزمِ شب عید میں آ
رسموں کو نہ پوج راہ تجدید میں آ
دنیا سے گزر خطرۂ عقبیٰ سے گزر
جرأت ہو اگر وادیٔ توحید میں آ

ہے دفترِ عالم کی حقیقت معلوم
غم کُن ہے عباراتِ ازل کا مفہوم
اوراق الٹنے سے پتہ چلتا ہے
موجود وہی ہے اور سب ہیں معدوم

نشّے سے گرا ہوں کہ مناجات میں ہوں
موجوں کی طرح محو تری ذات میں ہوں
بد ہوں یا نیک میں ہوں بندہ تیرا
مسجد و حرم ہوں کہ خرابات میں ہوں

اے شاہد شوخ دل کے ویرانے میں آ — اے بادۂ ناب خم سے پیمانے میں آ
اے ابر سیاہ داغ عصیاں دھودے — اے رحمت کردگار میخانے میں آ

ہر جنبش موج بادہ پرستی کا سبب — قلقل کی صدائیں ہیں مجھے نالۂ رب
میں قطرہ ہوں کس منھ سے انا البحر کہوں — منصور نہیں ہوں کہ نہ ہو پاس ادب

تقوی سے الگ ریا سے بیزار ہوں میں — ہوں بادہ پرست رند میخوار ہوں میں
بخشش پہ تجھے فخر کہ غفار ہے تو — رحمت پہ مجھے ناز گنہگار ہوں میں

مسرور ہوا نشے سے دل شاد ہوا — صد شکر غم دہر سے آزاد ہوا
میخانہ میں آ کر نہ رہا ہوش مجھے — نیکی و بدی کا علم برباد ہوا
جو رند ہو رحمت سے وہ نومید نہ ہو — ہو تشنگی اور غیب سے تائید نہ ہو
گر ہم کو میسر نہ ہوا اک جام شراب — میخانہ میں ماتم ہو کبھی عید نہ ہو

ہوں دورِ جوانی میں مزے دار گناہ
لذت سے ملے نہ جائیں بیکار گناہ

ہو عفو پہ اس قدر بھروسہ مجھکو
تو یہ ہو ایک بار دو بار گناہ

کہتے ہیں برہمن کہ صنم میں ہے تو
زاہد کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم میں ہے تو

ابتک نہ کھلا ہم پہ خدائی چھانی
بُت خانے میں ہے یا کہ حرم میں ہے تو

میں عالمِ ہستی میں فنا ہوں کہ نہیں
میں رونقِ سامانِ بقا ہوں کہ نہیں

ہونے پہ بھی ہے مجھکو نہ ہونے کا گماں
اے بیخودیٔ شوق بتا ہوں کہ نہیں

اے شاہدِ محبوب لالہ گوں ساغر بھیج
رندوں میں ہے افلاس مئے پُرزر بھیج

دنیا میں اگر قحط ہے انگوری کا
اپنے بندوں کو بادۂ کوثر بھیج

پستی میں رہ اوج نظر آتی ہے
انجم کی مجھے فوج نظر آتی ہے

ذرہ ہوں مگر مہر مبیں سے ہمسر ہیں
قطرہ ہوں مگر موج نظر آتی ہے

ہیں راز کے انداز اشاروں میں نہاں ‏ ‏ ہے جنبشِ چشم میں محبت کی زباں
ثاقب رہے حشر تک یہ زیبِ داماں ‏ ‏ اک اک آنسو ہے اُنکی رخصت کا نشاں

نشے سے فنا ہوئے ہیں ہستی کے عذاب ‏ ‏ ہے مایۂ راحت اثرِ جامِ شراب
معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہم ہیں معدوم ‏ ‏ محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہے عالمِ خواب

اندازِ ستم کا مجھکو ہشیار رکھنا ‏ ‏ الفت کے معاوضہ میں رسوا رکھنا
جانسوز نہ ہو دودِ نفس نالۂ دل ‏ ‏ اے ظلمتِ کائنات پردار رکھنا

یہ پھول یہ کلیاں یہ ہوا عنبر بیز ‏ ‏ یہ آبِ گہربار یہ سبزہ نو خیز
تو سوگ میں ہے حیف ہے تجھ پر ثاقب ‏ ‏ نالہ ہے ترا باغ میں وحشت انگیز
غمگیں ہیں نہ گھبرائینگے تاریکی میں ‏ ‏ اے دل تجھے ٹھہرائیں گے تاریکی میں
ہے یاد کہ ہم آئے ہیں تاریکی سے ‏ ‏ چپ چاپ چلے جائینگے تاریکی میں